بنات الرسول ﷺ

اسد الرحمن التیمی

سرور کائنات ﷺ کی جگر گوشوں کے مستند حالات زندگی ایمان و عمل کے میدان میں امت کی خواتین کے لئے ہمیشہ نمونہ اور مشعل راہ:

بنات الرسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں (رضی اللہ عنہن)

اسد الرحمن تیمی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	بَناتُ الرسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
مصنف	:	اسد الرحمن تیمی
سن اشاعت دوئم	:	2025
صفحات	:	150
تعداد	:	500
قیمت	:	250
پروف ریڈنگ	:	مولانا محمد فہیم الدین تیمی مدنی
کمپوزنگ	:	مولانا محمد علیم الدین تیمی
ناشر	:	عالیہ بک سینٹر شہید نگر، غازی آباد

ملنے کا پتہ

طیب بک ڈپو نزد جامع مسجد، موتیہاری

ہدیٰ کتاب گھر نزد جامع مسجد پچپکڑی

رابطہ نمبر:7091672885

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، نبينا محمدﷺ وعلى آله وأصحابه أجمعين-

اللہ رب العزت کی حمد وثنا اور اس کے محبوب نبی ﷺ پر درود وسلام

یہ کتاب ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی سیرت و کردار پر مبنی ہے۔ یہ ایک مبارک موضوع ہے کیونکہ ان عظیم خواتین کی زندگیوں میں ہمیں دین اسلام کی حقیقی روح، عملی تعلیمات اور عظیم اخلاقیات کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں مسلمان خواتین کے لیے اعلیٰ ترین نمونہ اور مثالی کردار کی حامل ہیں۔ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ نے نہ صرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ قربت کے باعث عظیم تربیت حاصل کی بلکہ اپنے عمل اور کردار سے اسلام کے پیغام کو اپنے گھروں اور معاشرتی زندگی میں عملی طور پر نافذ کیا۔

یہ چاروں بیٹیاں صبر، تقویٰ، وفا اور ایثار کا پیکر تھیں، اور ہر ایک نے اپنی زندگی میں دین اسلام کی عملی تعلیمات کا عکس و نقش پیش کیا ہے۔ ان کی زندگیوں میں وہ تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں جو ایک مسلمان خاتون کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ہر دور میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں ہر مسلمان عورت کے لیے ایک بہترین آئیڈیل ہیں۔ ان کی زندگی میں موجود ایمانی خصائص وخصائل مثلاً استقامت، دین کیلئے قربانی، دین کے لیے مشقت برداری، دنیا بے زاری، وہ بنیادی خصوصیات ہیں جو ہر مسلمان عورت کو اپنانی چاہئیں۔ آج کے دور میں، جب ہر سو فتنوں کا بازار گرم ہے، بے حیائی، اور دنیا پرستی عام ہے، ایسے میں ان عظیم خواتین کی زندگیاں ہمارے لیے قندیل راہ بن سکتی ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلم خواتین دنیا و آخرت سنوار کر دونوں جہاں کی فلاح و بہبود سے ہم کنار ہو سکتی ہیں۔

میرے چھوٹے بھائی اسد الرحمن تیمی کے قلم سے اس سے پہلے "امہات المومنین" (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) آچکی ہے۔ ان کی اس کتاب کو اہل علم نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔ یہ کتاب دراصل اسی کتاب کا تکملہ ہے۔ امید ہے قارئین کو یہ کتاب بھی پسند آئے گی۔ (ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد)

پروجیکٹ منیجر (پی ایم بی)

سعود عرب

مقدمہ

نبی رحمت ﷺ کی پہلی شادی عرب کی عظیم المرتبت خاتون سیدہ خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) سے ہوئی۔ اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی اور وہ دو مرتبہ بیوہ ہوچکی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ شادی کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش تھیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ اور پاکیزہ کردار نے ان کے گھر کو جنت نشاں بنا دیا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ نے چھے اولادیں عطا کیں۔ دو بیٹے، چار بیٹیاں۔ بیٹیوں کی ترتیب اس طرح ہیں:

۱۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

۲۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

۳۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی اولاد کی ترتیب بیان کرنے میں بھی مختلف انداز اختیار کیے گئے ہیں۔ ہمارے نزدیک صحیح ترین روایتوں

کے مطابق وہی ترتیب درست ہے جو مؤلف نے کتاب کی ابتدا میں لکھی ہے۔

شیخ اسد الرحمن تیمی ؔکی تازہ ترین تالیف "بنات الرسول ﷺ"(رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں) 148صفحات پر مشتمل ہے۔55 صفحات پر سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے تذکرے درج ہیں۔بقیہ صفحات پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے ہیں۔یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اسلامی تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کی دیگر بیٹیوں کی بہ نسبت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی دیگر بیٹیوں کے تذکرے اور واقعات کم ہیں، بلکہ صحیح اسلامی تاریخ اور سیرت کی معتبر ومستند کتابوں میں آپ ﷺ کی ساری اولاد کے واقعات اور تذکرے موجود ہیں۔ البتہ تاریخ کی جو کتابیں ترتیب دی گئیں ان میں شیعوں اور رافضیوں نے بڑی حد تک ضلالت سے کام لیا، انہوں نے اپنی کتابوں میں صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کثرت سے کیا بلکہ مبالغہ کی حد تک کیا اور بقیہ دوسری بیٹیوں کا ذکر سرے سے کیا ہی نہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

اہل سنت والجماعت بھی فریب کا شکار ہونے سے نہیں بچ سکے۔ مگر مؤلف شیخ اسد الرحمن تیمی ؔ نے بنات الرسول ﷺ پر بڑے سلیقے سے روشنی ڈالی ہے اور چاروں صاحب زادیوں کے تذکرے مستند انداز میں کیے ہیں۔

شیخ اسد الرحمن تیمی ؔ نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں سے متعلق معتبر و مستند کتب کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں سے متعلق قبل ازیں باضابطہ کوئی معتبر کتاب میری نظر سے نہیں گزری تھی۔ البتہ تاریخ و سیرت کی کتب اور احادیث مبارکہ میں مختلف ابواب کے تحت جا بجا رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ بیٹیوں کے سلسلے میں بہت کچھ ضرور پڑھا تھا۔ "بنات الرسول ﷺ" کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے جو معلومات میرے حصے میں آئی ہیں، بلا مبالغہ میں فخر محسوس کر رہا ہوں۔

شیخ اسد الرحمن تیمی ؔ نے نبی کریم ﷺ کی عظیم المرتبت انہیں بیٹیوں سے متعلق اپنی گراں قدر جو خدمات پیش کی ہیں پڑھ کر بنات حوّا ان شاء اللہ جھوم اٹھیں گی۔ انہیں بخوبی محسوس ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ کی ان جگر گوشوں نے جنگ وجہاد میں کس طرح

حصہ لیا، انہوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں جانی ومالی بے نظیر نذرانے پیش کیے۔ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ دنیوی امور کو بحسن و خوبی انجام دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادیوں نے اپنے آپ کو اللّٰہ کی عبادت اور ذکر الٰہی کے لیے کس طرح وقف کردیا تھا۔ انہیں یہ بھی پتا چلے گا کہ "بنات الرسول ﷺ"نے اپنے شوہر کی خدمت اور بچوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ وطن کی سیاست میں بھی کس طرح کا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ انہیں یہ بھی جانکاری حاصل ہوگی کہ وہ لکڑیوں کو پھونک کر چولہا جلاتی تھیں مگر ان کے ماتھے پر بل نہیں آتا تھا، سحر سے شام تک مصروف رہتی تھیں لیکن پھر بھی مسکراتی اور صابر و شاکر رہتی تھیں۔ وہ دیر تک دروازے پر مہمانوں کی ضیافت کی رسمیں بھی نبھاتیں، مگر انہیں اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ دروازے پر سائل کی دستک کا جواب بھی دیتیں، مگر جھڑکتی نہیں تھیں۔ ہماری آج کی بیٹیوں کے علم میں یہ بات بھی آئے گی کہ "بنات الرسول ﷺ " کس سلیقے کے ساتھ رشتے نبھاتی تھیں۔ ان تمام تر ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے"بنات الرسول ﷺ" ایک طرف اپنے شوہر کے دل

کی ٹھنڈک، آنکھوں کی ضیا بنی رہیں تو دوسری طرف اپنے بابا کے لیے عصائے پیری بن کر رہیں۔ خلاصہ یہ کہ "بنات الرسول ﷺ " اپنے والد کا عکس بن کر رہیں اور زمانے کو روشنی بخشتی رہیں، ایثار و قربانی کی اعلیٰ مثال بن کر رہیں اور ایک بے غرض مخلوق بن کر رہیں۔ مؤلف شیخ اسد الرحمن تیمی ؔ نے صد فی صد درست لکھا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشوں کی زندگیاں امت کی خواتین کے لیے ہمیشہ نمونہ اور مشعل راہ ہیں"۔

بے حد دُرود و سلام ہو رسول اللہ ﷺ پر اور اُن کی آل پر۔

"بنات الرسول ﷺ" جیسی عظیم تالیف کے لیے شیخ اسد الرحمن تیمی ؔ کو دل سے مبارک باد! اللّٰہ تعالیٰ آپ کی اس خوبصورت کوشش کو قبول فرمائے اور اللّٰہ آپ کے والدین سے راضی ہو جائے۔ آمین یا رب العالمین!

انظار احمد صادق

اپنی بات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد، خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بطن مبارک سے گلشن نبوت میں چھ پھول کھلے، سب سے پہلے قاسم، جن کے نام پر عربوں کے رواج کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم ہے، لیکن وہ صرف دو سال کے اندر ہی رفیق اعلی سے جا ملے۔ ان کے بعد گلشن نبوت میں کھلنے والی پہلی کلی زینب رضی اللہ تعالی عنہا ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی ہیں۔ ان کے بعد رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ اور عبد اللہ باغ نبوت کے مہکتے پھول بنے، عبد اللہ کا دوسرا نام طیب و طاہر بھی ہے اور یہ عہد شیر خوارگی میں اپنے مقدس والدین کو داغ مفارقت دے گئے۔ ان تمام کی پرورش و پرداخت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بنفس نفیس خود کی اور دایہ کا فریضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کی آزاد کردہ کنیز سلمی نے انجام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صاحبزادیوں نے نبوت کا زمانہ پایا، مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اسلام کی راہ میں بے پناہ مشقتیں اٹھائیں۔ آپ کی تمام اولاد، سوائے فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے، اپنے والد گرامی

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

ہمارا یہ ماننا ہے کہ اسلام کی بیٹیوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی زندگی سے بڑھ کر کسی اور کی زندگی بہتر آئیڈیل اور نمونہ نہیں ہو سکتی۔ موجودہ پر فتن دور میں ان کے لیے اگر کوئی نمونہ ہے تو وہ یہی برگزیدہ خواتین ہیں، جن کے نقش قدم پر چل کر وہ اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتی ہیں۔

اسد الرحمن تیمی

ایک پاک باز ووفاشعار اور صبر واستقامت کی پیکر
ایمان کی راہ میں بے پناہ مشقتیں اٹھانے والی خاتون:

زینب (رضی اللہ عنہا)

بنت الرسول ﷺ

جن کی اپنے شوہر کے ساتھ محبت ووفا کی داستان آج بھی بیویوں کے لئے آئیڈیل ہے۔

ولادت

زینب رضی اللہ تعالی عنہا کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ کے اندر اس وقت ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر مبارک کی 30ویں بہار میں تھے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔([1])

([1]) طبرانی نے اپنی "الکبیر" (22/424) میں ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ مجھے بہت سارے لوگوں نے بتایا کہ زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ اسے ہیثمی نے بھی "المجمع" (9/15229) میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن جریج تک اس کے رجال صحیح ہیں۔

شادی

ابو العاص بن الربیع عزت و قار، امانت و شرافت اور دولت و تجارت کے اعتبار سے مکہ کے چند مشہور نوجوانوں میں سے ایک تھے۔ وہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی سگی بہن ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا ان سے اپنے بیٹے کی طرح محبت کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ زینب کی شادی ابو العاص سے کرنا چاہتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کسی بات کو مسترد نہیں کرتے تھے، چنانچہ زینب کی شادی ابو العاص سے ہوگئی، یہ بعثت نبوی سے پہلے کی بات ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو خدیجہ کے ساتھ آپ کی تمام صاحبزادیاں بھی زیورِ اسلام سے آراستہ ہوئیں، آپ پر ایمان لائیں، آپ کی رسالت کی تصدیق کیں اور گواہی دیں کہ آپ کی باتیں سچ ہیں، لیکن ابو العاص اپنے شرک وکفر پہ قائم رہے۔([2])

([2]) السيرة النبوية لابن هشام: 2/296

ابو العاص کی زینب سے غیر معمولی محبت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی رقیہ یا ام کلثوم کا نکاح عتبہ بن ابو لہب سے کر رکھا تھا لیکن رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ ظہورِ اسلام کے بعد جب کفار قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی مخالفت اور بائیکاٹ کی مہم شروع کی تو اسی دوران انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بے فکر کر رکھا ہے، ایسا کرو کہ اس کی بیٹیوں کو ان کے شوہروں سے طلاق دلوا کر اس کے گھر بھیج دو تاکہ وہ انہی کی فکر میں پریشان رہے۔

اس منصوبہ کے تحت کفارِ قریش ابو العاص کے پاس گئے اور کہا کہ محمد کی بیٹی کو طلاق دے دو اور قریش کی جس خاتون سے بھی شادی کرنا چاہو کر لو۔ ابو العاص نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں کبھی ایسا نہیں کروں گا، میں زینب سے الگ نہیں ہو سکتا، خواہ اس کے بدلے مجھے قریش کی کیسی ہی خوبصورت اور دولت مند خاتون مل جائے۔ ابو العاص کے اس موقف اور

زینب سے اٹوٹ محبت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خویشگی کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔([3])

([3]) تاريخ الطبري(3/73)

زینب (رضی اللہ عنہا) کا ہار

غزوۂ بدر میں کفارِ قریش کی طرف سے ابو العاص بن الربیع (رضی اللہ عنہ) بھی شریک ہوئے تھے، ان کو عبد اللہ بن جبیر الانصاری نے گرفتار کر لیا تھا۔جب مکیوں نے اپنے قیدیوں کے فدیہ کے لیے وفد بھیجا،تو ابو العاص کے فدیہ کے سلسلے میں ان کا بھائی عمرو بن الربیع آیا۔ اس وقت زینب رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں تھیں۔ آپ نے عمرو کے ساتھ اپنا خرمہروں کا وہ ہار بھیجا،جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا،اور انہوں نے زینب کو رخصتی کے وقت دیا تھا،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو پہچان گئے، آپ کا دل پسیج گیا،خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آگئیں۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو بلا فدیہ چھوڑ دو،اور ان کا ہار بھی واپس کر دو، صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول؟ چنانچہ صحابہ نے ابو العاص کو چھوڑ دیا اور ان کا ہار بھی واپس کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے عہد لیا کہ مکہ پہنچتے ہی زینب کو صحیح سلامت مدینہ روانہ کر دیں، ابو العاص نے اس شرط کو قبول کر لیا۔([4])

([4])طبقات ابن سعد(32/8)

ہجرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کے ساتھ زید بن حارثہ اور انصار میں سے ایک شخص کو روانہ کیا، اور فرمایا کہ تم مقام "یاجج"([5]) میں ٹھہر جانا، جب زینب تمہارے پاس آجائے تو انہیں یہاں لے آنا۔ چنانچہ یہ دونوں شخص روانہ ہوئے، یہ بدر سے ایک مہینہ بعد کا واقعہ ہے۔ جب ابو العاص مکہ پہنچے تو انہوں نے زینب سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے طلب فرمانے کا ذکر کیا، اور وہ رختِ سفر کی تیاری میں مصروف ہو گئیں۔

ہندہ بنت عتبہ کی پیش کش:

زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میں مکہ میں اپنے والد ماجد کے پاس جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ اسی دوران ہندہ بنت عتبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے محمد کی بیٹی! میں نے سنا ہے کہ تم اپنے باپ کے پاس جا رہی ہو؟ میں نے کہا میرا تو یہ ارادہ نہیں ہے۔ ہندہ نے کہا اے میرے چچا کی بیٹی! مجھ سے کیوں چھپا رہی ہو، میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اگر رختِ سفر میں کسی سامان کی ضرورت ہو جو میرے پاس ہے۔ تو میں اسے تمہیں دے دوں۔

([5]) "یاجج" مکہ سے 8 میل کی دوری پر ایک جگہ کا نام

مردوں کے معاملات کا عورتوں میں دخل نہیں (یعنی مردوں میں جو یہ جنگ بدر ہوئی ہے اس سے لازم نہیں کہ ہم عورتیں بھی آپس میں کبیدہ خاطر ہوں).

زینب کہتی ہیں: میری رائے میں ہندہ نے جیسا کہا تھا ویسا ہی وہ کرتی، پھر بھی مجھے اندیشہ ہوا اور میں نے صاف انکار کر دیا کہ میرا سفر کا کوئی ارادہ ہے۔

انکشاف ہجرت:

جب زینب رضی اللہ تعالی عنہا سفر کی تیاری سے فارغ ہوئیں تو ان کے جیٹھ کنانہ (ابو العاص کے بھائی) سواری کا اونٹ لائے، زینب اس کے ہودج میں سوار ہو گئیں، کنانہ نے اپنا تیر کمان ساتھ لیا اور اونٹ کو ہانکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے، قریش کے لوگ ان کی تلاش میں نکلے اور مقام ذی طوی میں انہیں جا پکڑا۔

کنانہ کے قریب پہنچنے والا پہلا شخص ہبار بن اسود بن مطلب فہری تھا، اس نے اپنے نیزے سے زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو ڈرایا وہ حمل سے تھیں، خوف سے ان کا حمل ساقط ہو گیا، کنانہ نے یہ صورتحال دیکھ کر ترکش سے اپنا تیر نکالا اور کہا کہ جو شخص بھی آگے بڑھے گا، اس تیر سے اس کا کام

تمام کر دوں گا، قریش تیر کو دیکھتے ہی پیچھے ہٹ گئے، ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) آگے بڑھا اور بولا کنانہ! تیر اپنے ترکش میں رکھو اور ہماری ایک بات سنو، کنانہ نے کہا بولو، ابو سفیان کہنے لگا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ محمد ﷺ کی بیٹی کو ہم لوگوں کے سامنے اعلانیہ لے کر جا رہے ہو، کیا تم نہیں جانتے کہ محمد کی وجہ سے ہمیں کیا تکلیف پہنچی ہوئی ہے؟ اگر تم اسے اعلانیہ لے کر جاؤ گے تو قریش یہ سمجھیں گے کہ محمد کی بیٹی ہمارے سامنے اعلانیہ چلی گئی اور ہم اسے روک بھی نہیں سکے! یہ بھی ہمارے لیے ایک ذلت اور ندامت کی بات ہے ،اس سے ہماری کمزوری کا ثبوت ملتا ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم! اس عورت کو روکنے سے ہمارا کوئی فائدہ ہے اور نہ اس سے ہم اپنا کوئی بدلہ نکالنا چاہتے ہیں، ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ابھی اسے اپنے گھر واپس لے جاؤ اور جب یہ شور ہنگامہ کم ہو جائے تو پھر چپکے سے اسے پہنچا دینا۔

کنانہ نے ابو سفیان کی بات مانی اور دو چار روز کے بعد جب شور و شغب کم ہو گیا تو زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی کے پاس رات کے وقت زینب کو پہنچا دیا اور وہ دونوں انہیں لے کر بخیر و عافیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس پہنچا گئے۔([6]) اس واقعہ کے متعلق کنانہ بن ربیع کے یہ اشعار مشہور ہیں :

عـجبـــت لهبار واوباش قومه

يريدون اخفـــاري ببنت محـمد

ولست ابالي ماحييت عديدهـم

وما استجمعت قبضا يدي بالمهند

"میں ہبار اور اس کی قوم کے اوباش لوگوں سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ محمد کی بیٹی کے سلسلے میں میرے عہد کو توڑنا چاہتے ہیں، جب تک میرے ہاتھ میں ہندوستانی تلوار ہے اور میں زندہ ہوں، ان کی طاقت اور تعداد کی میں پروا نہیں کرتا"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا (جس میں میں بھی تھا) اور فرمایا اگر ہبار بن اسود اور اس کا وہ ساتھی جس نے زینب کی طرف پیش قدمی کی تھی اگر وہ تمہیں مل جائیں تو انہیں زندہ جلا دینا، صبح میں اللہ کے

([6]) السيرة النبوية: 298،299/2، والطبراني في الكبير: 22/430، 428

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ذریعہ یہ کہلوا بھیجا کہ میں نے رات میں تمہیں ان دونوں کو آگ میں جلا دینے کا حکم دیا تھا لیکن پھر مجھے یہ خیال آیا کہ آگ میں جلانے کا حق صرف اللہ تعالی کو ہے اس لیے انہیں جلانا نہیں قتل کر دینا۔(7)

ہبار بن اسود آغوشِ اسلام میں:

ہبار بن اسود بعد میں چل کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ مقام "جعرانہ" سے لوٹتے ہوئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اچانک ہبار بن اسود نمودار ہوا، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ رہا ہبار بن اسود! آپ نے فرمایا: میں اسے دیکھ چکا ہوں، ایک شخص ہبار کی طرف لپکا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیٹھنے کو کہا۔ ہبار نے کھڑے ہو کر عرض کیا: السلام علیکم یا نبي الله! أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله! میں آپ سے بھاگ کر بھٹکتا رہا اور بھاگتا رہا، عجمیوں سے رابطہ کرنا چاہا، لیکن مجھے آپ کا خلوص اور دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور درگذر کی

---

(7) السيرة النبوية :2/302 ء والبخاری 2994، وابوداؤد: 2674، والترمذی: 1577، والنسائي في الكبری: 5/8613 بالفاظ متقاربة

سیرت یاد آگئی، اے اللہ کے نبی! ہم شرک وکفر کے اندھیرے میں تھے، لیکن اللہ نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی، اور ہمیں تباہی سے بچالیا، آپ کو میری کارستانیوں سے جو بھی اذیت پہنچی ہے اسے معاف فرمادیں، میں اپنا اقبال جرم کرتاہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتاہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں معاف کرتا ہوں، اللہ نے تجھ پر بڑا احسان کیا کہ تجھے اسلام کی ہدایت دی، اسلام پچھلے گناہوں کو مٹادیتاہے"۔([8])

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر ابو العاص ایک مدت تک مکہ میں رہے اور زینب اپنے والد کے پاس مدینہ میں، چونکہ اسلام نے دونوں کے بیچ تفریق کر دی تھی۔

ابو العاص زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ میں:

فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل ایسا اتفاق ہوا کہ ابو العاص اپنا اور قریش کا بہت سارا تجارتی مال لے کر شام گئے، چونکہ یہ بہت امانت دار تھے، اس لیے ہر شخص اپنا مال ان کے حوالے کر دیتا تھا، وہاں خرید و فروخت سے فارغ

([8]) الإصابة: 6/280

ہو کر جب واپس ہو رہے تھے کہ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سریہ نے ان کا سارا مال و اسباب اپنے قبضے میں لے لیا، ابو العاص بھاگ گئے اور رات میں زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور زینب سے پناہ مانگی زینب نے انہیں پناہ دے دی۔ صبح میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے اور اللہ اکبر کہہ کر آپ نے اور صحابہ نے نماز کی نیت باندھی تو زینب نے خواتین کی صف میں آکر آواز دی کہ اے لوگو! میں نے ابو العاص بن الربیع کو پناہ دی ہے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو صحابہ سے فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے بھی وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے؟سب نے عرض کیا ہاں! ہم نے بھی سنی ہے۔ فرمایا: اے لوگو! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے کچھ بھی معلوم نہیں سوائے اس کے جو تم نے سنی ہے میں نے بھی سنی ہے، اور ایک ادنی مسلمان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔ پھر آپ اپنی صاحبزادی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا بیٹی! اسے اچھی طرح رکھنا اور خاطر سے پیش آنا البتہ خلوت نہ کرنا کیونکہ وہ اپنے شرک کی وجہ سے تمہارے لیے حلال نہیں۔

ابو العاص کے مال کی واپسی:

ابن اسحاق کہتے ہیں: عبد اللہ ابن ابی بکر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا جو ابو العاص کا مال لے گئے تھے۔ اور فرمایا جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ شخص ہم میں سے ہے اگر تم احسان کرو اور ان کا مال واپس کر دو تو یہ تمہاری عین خوشی ہے اور اگر تم واپس نہ کرو تو یہ مال غنیمت ہے، جو اللہ نے تمہیں عنایت کیا ہے تم اس کے حق دار ہو، ان لوگوں نے عرض کیا: ہم ابھی ان کا مال واپس کرتے ہیں یہاں تک کہ ادنی سے ادنی چیز بھی واپس کر دی گئی اور کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

قبول اسلام:

ابو العاص یہ سارا مال لے کر مکہ آئے اور جس کا جو تھا اس کے حوالے کیا اور پوچھا: کسی کا کچھ باقی تو نہیں رہ گیا؟ لوگوں نے کہا: جزاک اللہ! ساری چیزیں مل گئیں، تم بہت امانت دار اور اچھے انسان ہو۔ ابو العاص نے فرمایا: اب میں مسلمان ہوتا ہوں "أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله"۔ واللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے مسلمان نہیں ہوا کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ میں تم

لوگوں کا مال کھانے کے لیے مسلمان ہو گیا ہوں، اب چونکہ تم لوگوں کا مال تمہارے حوالے کر کے میں فارغ ہو چکا ہوں اس لیے مسلمان ہو رہا ہوں پھر اسی وقت مکہ سے روانہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سال کے بعد زینب کو نکاح اول سے ہی ابو العاص کے حوالہ کیا دوبارہ نکاح نہیں ہوا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب ابو العاص بن الربیع شام سے واپس آرہے تھے اور مسلمانوں کے سریہ نے ان کا مال لے لیا تھا تو کسی نے کہا: تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے کہ یہ سارا مال تمہارا ہو جائے؟ ابو العاص نے کہا: اگر میں ان امانتوں میں خیانت کروں تو اچھا مسلمان نہیں ہو سکتا۔([9])

زینب سے ابو العاص کی محبت:

ابن سعد نے اپنی "طبقات" (8/32) میں معروف بن خربوذ المکی کی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک بار ابو العاص شام کے سفر میں نکلے،

([9])السيرة النبوية: 2/302,304

انہیں زینب یاد آگئیں تو برجستہ یہ اشعار گنگنانے لگے:

ذكـــرت زينب لمــا وركت ارمـــا
فقلت سقيا لشخص يسكن الحرما
بنت الأمـين جزاهـــا الله صالحـــة
وكل بعل سيثني باللــذي عــلمـــا

"مجھے زینب یاد آگئیں جب وہ ارم میں داخل ہو رہی تھیں۔ میں نے کہا ساکن حرم کو اللہ سیراب فرمائے! وہ امین کی نیک بچی ہیں اور ہر شوہر اپنے علم کے مطابق تعریف کرتا ہے"۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ایک خالص ریشمی چادر دیکھی تھی۔([10])

بیٹی زینب اور نواسی امامہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جس کسی خاتون کا نام آپ کو غیر مناسب معلوم پڑتا اسے بدل کر زینب کر دیتے۔

([10]) رواه الحاكم (4/6844)

بخاری (6192) اور مسلم (2142) میں محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ مجھ سے زینب بنت ام سلمہ نے بتایا کہ میرا نام برہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر زینب کر دیا۔ ([11])

ایک دوسری روایت میں ہے، محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برّہ رکھا، تو زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام رکھنے سے منع فرمایا ہے، میرا نام بھی برّہ تھا یہ نام سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خود اپنا تزکیہ نہ کرو، اللہ نیک لوگوں کو خوب جانتا ہے، عرض کیا گیا کہ کیا نام رکھیں؟ فرمایا: زینب رکھ دو۔

بخاری (516) اور مسلم (543) میں ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضی اللہ تعالی عنہا کی بیٹی اور اپنی نواسی امامہ کو کندھے پر رکھ کر نماز پڑھتے، جب سجدہ میں جاتے تو اسے رکھ دیتے اور کھڑے ہوتے تو اٹھالیتے۔

مسلم کے الفاظ میں ہے: "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کے وہ لوگوں کی امامت فرما رہے تھے اور امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے

([11]) مسلم(2142/19)

پر تھیں، رکوع میں اسے اتار دیتے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد پھر کندھے پر رکھ لیتے۔

ابن سعد نے اپنی "طبقات" میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول کو تحفے میں ایک ہار ملا آپ نے فرمایا: میں اسے اپنے محبوب ترین شخص کو دوں گا، لوگوں کو لگا ضرور یہ عائشہ کو دیں گے، لیکن اللہ کے رسول نے وہ ہار امامہ بنت زینب کے گلے میں پہنایا۔

حافظ ابن حجر "فتح الباری" (452/7) میں لکھتے ہیں: یہ امامہ جنہیں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھایا کرتے تھے، ان کے علاوہ بھی زینب کا ایک بیٹا تھا جن کا نام علی تھا کہا جاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قریب البلوغ تھے اور آپ کی وفات سے قبل انتقال فرما گئے۔ ابو العاص رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات سن 12ھ میں ہوئی۔

وفات

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ان کے شوہر ابو العاص کا انتقال بعد میں ہوا۔

ابن سعد نے اپنی طبقات (34/8)میں عبداللہ بن ابو بکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال سن آٹھ(8) ہجری میں ہوا.

بخاری(167)اور مسلم(939)اور دیگر کتب حدیث میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب زینب کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ طاق عدد میں غسل دینا، تین یا پانچ بار، پانچویں بار میں کافور لگانا، جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا، جب ہم نے اطلاع دی تو آپ نے اپنی تہبند عنایت کی اور فرمایا کہ اسے جسم سے متصل رکھنا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم نے ان کی تین چوٹیاں بنائیں، دو کنارے کی اور ایک پیشانی کی۔بخاری کی ایک دوسری روایت میں

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو غسل دیتے وقت ان سے فرمایا تھا: دائیں سے اور وضو کے اعضاء سے غسل کا آغاز کرنا۔

ابن سعد نے اپنی طبقات (34/8) میں واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ام ایمن، سودہ بنت زمعہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے زینب کو غسل دیا۔

ابن الأثیر اپنی کتاب" أسد الغابة"(468/5) میں لکھتے ہیں: زینب کا انتقال سن آٹھ (8) میں ہوا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے، آپ بہت غمگین اور اداس تھے، قبر سے نکلنے کے بعد پر سکون ہوگئے، فرمایا: مجھے زینب اور اس کی ناز کی یاد آگئی میں نے اللہ سے دعا کی کہ زینب کو قبر کی تنگی اور تکلیف سے محفوظ فرما، اللہ نے میری دعا قبول فرمائی اور اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا۔

حافظ ابن حجر "الإصابة" (120/7) میں لکھتے ہیں: ابو العاص بن الربیع کی وفات ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ذی الحجہ بارہ (12) میں ہوئی۔ تاریخ وسیر کی کتابوں میں یہ کہیں درج نہیں کہ زینب کے بعد انہوں نے شادی کی ہو۔

شہادت:

طبرانی نے عروہ بن زبیر کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص زینب کو لے کر آرہا تھا، قریش کے دو آدمیوں نے اس کا پیچھا کیا اور زینب کے خلاف اس سے جنگ کی اور اس پر غالب آگئے، اب ان دونوں نے زینب کو دھکا دیا، وہ ایک چٹان پر گر پڑی، حمل ساقط ہو گیا اور بہت زیادہ خون بہہ گیا، لوگ انہیں لے کر ابو سفیان کے پاس گئے، وہاں بنی ہاشم کی خواتین بھی آگئیں، زینب کو ان کے حوالے کر دیا گیا، بعد ازاں وہ ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں، اس حادثے کی وجہ سے وہ مسلسل درد تکلیف میں مبتلا رہیں، اور اسی درد میں ان کی جان چلی گئی، اس لیے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شہید ہیں۔([12])

([12]) الطبراني في "الكبير" (432,433/22)

دین وایمان کی بقا کی خاطر حبشہ ہجرت کرنے والی خانوادۂ نبوت کی پہلی خاتون:

رقیہ (رضی اللہ عنہا)

بنت الرسول ﷺ

تعارف

رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم،خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر اور سرور کائنات محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ، کنیت ام عبداللہ، اور ایمان و اسلام کی بقا اور فروغ کے لیے حبشہ و مدینہ دونوں ہجرتوں میں بے انتہا صعوبتیں اٹھانے اور بے مثال قربانیاں دینے کی وجہ سے ذات الہجرتین کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

ولادت باسعادت

ان کی ولادت مکہ میں اس وقت ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 33 سال تھی۔([13])

رقیہ اور ام کلثوم دونوں بہنوں کا نکاح ابو لہب کے دو بیٹوں عُتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا۔جب آیت شریفہ "تبت يدا أبي لهب" (المسد:۱) نازل ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ سے کہا کہ وہ رقیہ کو طلاق دے دے، پھر ان کی شادی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوئی اور انہی کی زوجیت میں رہتے ہوئے ان کا انتقال ہوا.([14])

طبرانی نے زبیر بن بکار کی سند سے روایت کی ہے کہ رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابو لہب سے ہوا تھا۔نکاح ٹوٹنے کے بعد مکہ میں ہی

([13]) الاستيعاب (398,399/4)

([14]) الطبراني في الكبير: 1056/22 ، والهيثمي في مجمع الزوائد : 15238/9

عثمان بن عفان سے شادی ہوئی، دونوں نے حبشہ ہجرت کیا، ایک بیٹا پیدا ہوا تھا، جس کا نام عبداللہ تھا، انہی کے نام پر عثمان اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھا کرتے تھے۔ وہاں سے دونوں مدینہ طیبہ آگئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے رقیہ کی تیمارداری کی خاطر عثمان بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کا بھی دو حصہ مقرر فرمایا تھا۔ عثمان نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟ فرمایا: ہاں تمہیں بھی اجر ملے گا۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ، رقیہ کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے، جن کے نام پر عثمان اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ بچپن میں ہی چل بسے۔ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ مار دیا ، جس کی وجہ سے چہرہ متورم ہوگیا ، اور اسی بیماری سے جاں بحق ہوگئے۔ نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں عثمان اترے۔ یہ جمادی الاولی سن 4 ہجری کا واقعہ ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شریک حیات رقیہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کر نے والے پہلے شخص ہیں۔ غزوۂ بدر میں اس لیے شریک نہیں ہو سکے کہ وہ اپنی بیوی کی تیمارداری میں مشغول تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کا بھی حصہ مقرر فرمایا تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی رقیہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کرنے والے پہلے شخص ہیں،غزوہ بدر میں رقیہ کی تیمارداری کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی حصہ اور اجر مقرر فرمایا تھا۔([15])

نضیر بن انس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ ہجرت کے لیے نکلے، ان دونوں کی خبریں نہیں معلوم ہو رہی تھیں ،ایک خاتون نے بتایا کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " صحبهما الله ، إن عثمان أول

([15]) الإصابة (۲۲۳/۴)

من هاجر"۔ (اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو، بے شک عثمان اس امت کے پہلے مہاجر ہیں)۔

رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ:

عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی پیدائش عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی تھی، وہ درمیانہ قد کے ایک خوبصورت انسان تھے،ان کا پورانام عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ہے۔

ان کی نانی ام حکیم بیضا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں، یہ ان دس میں سے ہیں جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری نام بنام دی، نیز ان چھ میں سے ہیں جنہیں عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی وصیت میں شایان خلافت بتایا۔ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت الرضوان جس کا مہتم بالشان ذکر قران مجید میں ہے، اس کا وقوع اس لیے ہوا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ قریش نے ان کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ سے بدسلوکی کی ہے۔ اس بیعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ عثمان کا ہاتھ بتاکر ان کی طرف سے بیعت قبول کر لی تھی۔اس نظارہ

کو دیکھ کر بے اختیار ایک صحابی بول اٹھے تھے کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے لیے ان کے ہاتھ سے بہتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نہایت فیاض تھے اور جہاد بالمال میں سب صحابہ میں پیش پیش تھے، مدینہ میں بئر رومہ مسلمانوں کے لیے خرید کر میٹھے پانی کا کنواں وقف کر دیا تھا۔غزوہ تبوک میں ایک ہزار(1000) اونٹ اور ستر(70) گھوڑے مع ساز و سامان دیے تھے، نقد چندہ اس کے علاوہ تھا۔

یکم محرم سن 24 ہجری کو خلیفہ امیر المومنین بنے، 17 ذی الحجہ سن35ہجری جمعہ کے دن اپنے ہی گھر میں مدینہ طیبہ میں شہید ہوئے، اس وقت عمر 78 سال تھی،جب ان کی شہادت کی خبر علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں پہنچی تو فرمایا: تبالکم آخر الدھر اب تم پر ہمیشہ تباہی آئے گی۔علی مرتضی ہی کا ارشاد ہے: " من تبرأ من دين عثمان تبرأ من الإيمان" جو شخص عثمان کے دین سے بیزار ہے وہ ایمان ہی سے بیزار ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کو مصر وغیرہ کے نو مسلم قبائل نے شہید کیا تھا۔جب عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا تو اس وقت آپ قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی طرح مصروف رہے،خون جو جسم سے نکلا قرآن مجید پر پڑا اور آیت "فسيكفيكم الله" پرخون کے چھینٹے گرے۔امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ایک مظلوم شہید اور ایک کامیاب خلیفہ تھے آج جو شخص بھی قرآن مجید پڑھتا ہے اس پر اس جامع قرآن کا احسان ہے۔مشرق میں خراسان ماوراء النہر ، سندھ اور کابل، مغرب میں سوڈان، اسکندریہ مراکش، تیونس اورطرابلس وغیرہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی میں فتح ہوئے۔سب سے پہلے انہوں نے ہی بحری بیڑا بنایا اور بڑے بڑے جزیرے فتح کیے، قبرص،کریٹ اور مالٹا انہی کے فتح کردہ جزیرے ہیں۔۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر خاص کعب بن مالک کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں:

يا قاتل الله قوما كان أمرهم
قتل الإمام الزكي الطيب الردن

ما قتلوه على ذنب ألم به
إلا الذي نطقوا زورا ولم يكن

ہندوستان اور دیگر عالم اسلام میں عثمان رضی اللہ عنہ کی نسل کثیر پائی جاتی ہے۔([16])

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں تمام صحابہ کرام سے محبت،ان کے لئے دعائے رضا، ان کی خوبیوں کا ذکر اور ان کے فضائل کی نشرواشاعت اہل سنت والجماعت کے اصول و عقائد میں سے ہے۔صحابہ کرام میں سب سے اعلی اور بالا مقام خلفاء راشدین یعنی ابوبکر، عمر ،عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا ہے، یہ چاروں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص چیدہ اور سب سے قریبی اور محبوب ترین صحابہ ہیں۔یہ خلفاء راشدین تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں، ان کے فضل و کمال اور مقام و مرتبہ کی ترتیب، خلافت کی ترتیب کے اعتبار سے ہے ۔سب سے پہلے صدیق، ان کے بعد فاروق، پھر عثمان ذوالنورین اور پھر علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہم۔

([16]) رحمة للعالمين : 2/261-262

زبیر بن عبداللہ کی دادی جو عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی خادمہ رہ چکی تھیں، بیان کرتی ہیں کہ رات کے آخری پہر میں جب عثمان رضی اللہ عنہ اللہ کی عبادت کے لیے جاگتے تو گھر والوں میں سے کسی کو نہیں جگاتے ،اگر کوئی از خود جگا ہوتا تو اس سے وضو کا پانی مانگتے، ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ متواتر سند سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زندگی ہی میں جنت کی خوش خبری دے دی تھی۔

رقیہ رضی اللہ عنہا کو جب چیچک کی بیماری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک کنیز ام عیاش کو رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری اور عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت کے لیے بھیجا تھا۔

ابن عبد البر نے "الاستیعاب"، ابن مندہ نے " المعرفة" اور ابونعیم نے " حلية الأولياء " میں کچھ حدیثیں ام عیاش کے حوالے سے نقل کی ہیں۔

- کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتی تھی اس حال میں کہ میں کھڑی رہتی اور آپ بیٹھے رہتے۔

- کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مونچھیں تراشتے دیکھا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی سر میں خضاب لگاتے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ آپ انتقال فرما گئے۔
- کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا سے آسمانی وحی کے ذریعہ ہوئی۔

وفات

رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کو چیچک کی بیماری لاحق ہو گئی تھی،ان کی تیارداری کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو مدینہ ہی چھوڑ کر خود جنگ بدر کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی مدد کے لیے اسامہ بن زید کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا۔جس وقت لوگ رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کو دفن کر رہے تھے اسی وقت زید بن حارثہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہو کر غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی جیت کی خوش خبری لے کر آئے۔غزوہ بدر رمضان سن دو ہجری کے اندر ہوا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ وفات کے وقت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا اپنے عنفوان شباب میں تھیں، اس وقت ان کی عمر لگ بھگ 20 سال تھی۔

اللہ ان کی قبر مبارک کو اپنی انوار رحمت سے منور اور جنت الفردوس کے پھولوں سے معطر فرمائے،ہمیں اور انہیں قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کی نیچے جمع فرمائے۔آمین۔

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری زوجہ، جن کی شادی آسمانی
وحی سے ہوئی اور جن کی قبر پہ سرورِ کونین روئے !

ام کلثوم (رضی اللہ عنہا)

بنت الرسول ﷺ

ولادت

ان کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی، اکثر اہل علم کے نزدیک ان کی ولادت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پہلے ہوئی تھی۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں: جس بات پر دل مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی زینب، ان کے بعد رقیہ، پھر ام کلثوم اور سب سے آخر میں فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھن ہیں۔ اس بارے میں کوئی دو رائے نہیں کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے رقیہ کے بعد ام کلثوم سے شادی کی تھی اور یہ متعارف ہے کہ بڑی کے بعد ہی چھوٹی کی شادی ہوتی ہے۔ ([17])

([17]) الاصابة (8/273، الاستیعاب (4/705)

عتیبہ بن ابو لہب سے علیحدگی، ہجرت اور عثمان رضی اللہ عنہ سے شادی:

ابن سعد اپنی "طبقات" میں کہتے ہیں: یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی لخت جگر ہیں۔آپ کا نکاح نبوت سے پہلے عتیبہ بن ابو لہب بن عبدالمطلب سے ہو گیا تھا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ"تبت يدا أبي لهب" (المسد:1)نازل فرمائی تو ابو لہب نے عتیبہ سے کہا کہ اگر تم نےاس کی بیٹی کو طلاق نہیں دیا تو پھر میرا تجھ سے کوئی رشتہ نہیں ہو گا۔ چنانچہ عتیبہ نے ام کلثوم کو جدا کر دیا. ہنوز آپ کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔آپ اپنے والدین کے ساتھ مکہ ہی میں رہیں، اپنی والدہ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اپنی بہنوں اور دیگر خواتین کے ساتھ بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اپنے والد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں۔رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وفات کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا نکاح عثمان رضی اللہ تعالی

عنہ سے ربیع الاول سن تین ہجری میں کر دیا، رخصتی جمادی الآخر میں ہوئی۔ اس وقت وہ باکرہ تھیں۔ زندگی کی آخری سانس تک عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی زوجیت میں رہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ شعبان نو ہجری میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات پر فرمایا تھا: اگر میری دس بیٹیاں ہوتی تو میں یکے بعد دیگرے سبھی کو عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی زوجیت میں دے دیتا۔([18])

ابن عبد البر کہتے ہیں: ام کلثوم عتیبہ بن ابو لہب کی زوجیت میں تھیں تاآنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ مبعوث ہوگئے، تب اس نے اپنے باپ کے کہنے پر ام کلثوم کو چھوڑ دیا، پھر بہن رقیہ کے انتقال کے بعد سن تین ہجری میں ان کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔

رقیہ کے انتقال کے بعد عثمان کو عمر بن خطاب نے اپنی صاحبزادی حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا تھا، عثمان نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حفصہ کا ذکر

([18]) الطبقات: (37,38/8)

فرماتے سن چکے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا: کیا عثمان کے لیے حفصہ سے بہتر اور حفصہ کے لئے عثمان سے بہتر رشتہ نہ بتاؤں؟

چنانچہ حفصہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عثمان کا ام کلثوم سے ہوگیا،وہ وفات تک انہی کی زوجیت میں رہیں، ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ نکاح ربیع الاول سن 3 ہجری میں جبکہ رخصتی جمادی الآخر سن 3 ہجری میں ہوئی۔ سن 9 ہجری میں وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ جنازہ کی نماز ان کے والد محترم سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی، قبر میں علی بن ابو طالب ، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اترے۔روایت ہے کہ ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں کے ساتھ ام کلثوم کی قبر میں اترنے کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں بھی اجازت دے دی ، جبکہ غسل اسماء بنت عمیس اور صفیہ بنت عبد المطلب نے دیا تھا۔([19])

([19]) الاستیعاب (4/507)

ابن حجر " الإصابة" میں کہتے ہیں: عتبہ اور عتیبہ ابو لہب کے بیٹے تھے، ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوصاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم سے ہوئی تھی، جب آیت کریمہ "تبت يدا أبي لهب" (المسد: ۱) نازل ہوئی تو ابو لہب نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم دونوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوگا اگر تم نے محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دیا۔ ان دونوں کی ماں (جسے قرآن نے "حمالة الحطب" کہا ہے) نے کہا کہ محمد کی بیٹیاں ہمارے مذہب سے نکل گئی ہیں، لہذا تم دونوں انہیں طلاق دے دو ، چنانچہ دونوں نے رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی۔

ایک روایت میں ہے کہ عتیبہ ام کلثوم کی رخصتی سے پہلے ہی مر گیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ " اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ ام کلثوم کی شادی عثمان سے رقیہ کے مہر اور معاشرت پر کر دیں". (یہ حدیث غریب ہے، محمد بن عثمان بن خالد العثمانی نے تنہا روایت کیا ہے)۔

انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ام کلثوم کو ایک ریشمی کپڑا پہنے دیکھا۔([20])

طبرانی نے اپنی "الکبیر" (1060/22) میں قتادہ بن دعامہ سے روایت کیا ہے کہ ام کلثوم کی شادی عتیبہ بن ابو لہب سے ہوئی تھی، ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہو گئے، بہن رقیہ عتیبہ کے دوسرے بھائی عتبہ کی زوجیت میں تھیں۔ جب اللہ تعالی نے "تبت یدا ابی لہب" نازل فرمائی تو ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کہا کہ اگر تم نے ان دونوں کو طلاق نہیں دیا تو میرا تم دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ان کی ماں حرب بن امیہ کی بیٹی (جسے قران نے "حمالۃ الحطب" کہا ہے) اس نے بھی دونوں بیٹوں سے کہا کہ ان دونوں کو طلاق دے دو کیونکہ یہ دونوں ہمارے دین سے نکل گئی ہیں۔

جب عتیبہ نے ام کلثوم کو طلاق دے دیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ بتانے کے لیے آیا کہ اس نے ام کلثوم کو چھوڑ دیا ہے۔

([20]) رواہ ابن مندہ و اصلہ فی الصحیح ، الاصابہ 273/8،

اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے تمہارا دین مسترد کردیا، تمہاری بیٹی کو چھوڑ دیا، تجھے مجھ سے محبت ہے نہ مجھے تجھ سے ، پھر اس پر جنون سوار ہو گیا ، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پھاڑ ڈالے، اور اپنی تجارت کے لئے شام کی طرف روانہ ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنا کتا اس پر مسلط کردے"، عتیبہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ نکلا، رات میں وہ لوگ شام کے مقام "زرقاء" ٹھہرے، اس رات ایک شیر ان کے سامنے گھومنے لگا، یہ دیکھ کر عتیبہ کہنے لگا: "میری ماں ہلاک ہو ، اللہ کی قسم ! یہ شیر مجھے کھا جائے گا، جیسا کہ محمد نے مجھے بد دعا دی ہے"۔ ابن ابی کبشہ (کفار قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نام سے پکارتے تھے) نے مجھے مروا ڈالا، جبکہ وہ مکہ میں اور میں شام میں ہوں، پھر اس شیر نے لوگوں کے سامنے ہی اس پر حملہ کیا، اس کا سر دبوچا اور اس زور سے دانت مارا کہ وہ مر گیا۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب شیر

ان کا چکر لگا کر واپس چلا گیا تو وہ لوگ مطمئن ہو کر سو گئے۔عتیبہ کو بیچ میں سلایا گیا، شیر آیا اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے عتیبہ کا سر دبوچا اور اسے پھاڑ ڈالا۔([21])

طبرانی نے اپنی "الکبیر" (22/1061) میں زبیر بن بکار کی سند سے روایت کیا ہے کہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عتیبہ بن ابو لہب کی زوجیت میں تھیں جسے شیر کھا گیا تھا،جب رقیہ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی عثمان سے کر دی، انہی کی زوجیت میں رہیں تاآنکہ ان کا انتقال ہو گیا ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان سے ان کی شادی کے وقت فرمایا تھا:" لوكان لي عشر لزوجتكهن"(اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان کی شادی تم سے کر دیتا).

طبرانی نے اپنی "الکبیر" (25/92) اور ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (9/14512)حسن سند سے روایت کیا ہے، ام عیاش

([21]) مجمع الزوائد (6/9820).

بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے عثمان سے ام کلثوم کی شادی آسمانی وحی کے مطابق کی ہے۔

ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات

بخاری (1285) وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلم کی ایک بیٹی کے جنازے میں تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس ہی بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، آپ نے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے آج رات اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا ہو؟

ابو طلحہ نے عرض کیا: جی میں!

فرمایا: پھر قبر میں تم اترو چنانچہ وہی قبر میں اترے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قبر میں نہیں اترے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری(3/505,508) میں لکھتے ہیں: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر نوحہ کیے میت پر رونا جائز ہے،اور یہ کہ مرد حضرات بھی خواتین کی میت کو قبر میں اتار سکتے ہیں،کیونکہ اس معاملے میں وہ خواتین کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہوتے ہیں،اور یہ کہ میت کی تدفین میں ،خواہ عورت ہی کی میت

کیوں نہ ہو، دنیا کی لذتوں سے دور شخص کو باپ اور شوہر پر ترجیح دی جائے گی۔اس حدیث سے عثمان کی فضیلت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے سچ کو ترجیح دیا گرچہ وہ کڑوا تھا۔

ابن عبدالبر کی یہ بات گزر چکی ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال سن 9 ہجری میں ہوا، ابن الاثیر نے بھی " أسد الغابة" (5/612) میں اسی قول کی تائید کی ہے۔

اللہ ام کلثوم کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے، انہیں اپنی خوشنودی سے نوازے، دین اسلام کی خدمت میں ان کی قربانیوں کا بہترین بدلہ دے، اور ہمیں اور انہیں جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ آمین

سارے جہاں کی خواتین کی سردار، رب العالمین کی چہیتی، سرور کونین کے جگر کی ٹکڑا، ایک مثالی بیٹی اور مثالی بیوی، جنہیں زندگی میں ہی جنت کی خوش خبری دے دی گئی۔

فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا)

بنت الرسول ﷺ

ولادت

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ان کی پیدائش بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سال پہلے ہوئی تھی، ان کی شادی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے غزوہ بدر کے واقعہ کے بعد سن 2 ہجری میں ماہ ذوالقعدہ میں یا اس سے تھوڑا پہلے ہوئی۔([22])

ابن السراج کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر الہاشمی سے سنا کہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک اکتالیس (41) سال تھی۔([23])

ابن عبدالبر کہتے ہیں: متواتر احادیث کی روشنی میں دل جس بات پر مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی ترتیب یہ ہے: سب سے بڑی زینب ان کے بعد رقیہ، پھر ام کلثوم اور چوتھے نمبر پر فاطمۃ الزہراء۔ واللہ اعلم([24])

([22]) سير أعلام النبلاء :2/118-119

([23]) الاستيعاب لابن عبدالبر: 4/448

([24]) الاستيعاب لابن عبدالبر: 4/448

ابن سعد کہتے ہیں: ان کی پیدائش قریش کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی تعمیر کے زمانہ میں ہوئی اور یہ نبوت سے پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ [25]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ ولادت میں علماء کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: فاطمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال بڑی ہیں۔

([25]) الاصابۃ: 5/1157

پیغامات نکاح

ابن سعد نے علباء بن احمر الیشکری سے روایت کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ سے شادی کا پیغام دیا، آپ نے فرمایا: میں اس سلسلے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کر رہا ہوں، اس واقعے کا ذکر ابو بکر نے عمر سے کیا تو عمر نے کہا: ابو بکر! تمہارا پیغام مسترد کر دیا گیا۔

بعد ازاں ابو بکر نے عمر سے کہا کہ تم پیغام دو، عمر نے بھی پیغام دیا ، ان کو بھی یہی جواب ملا کہ میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کر رہا ہوں، عمر نے یہ بات ابو بکر کو بتائی، ابو بکر نے کہا تمہارا پیغام بھی مسترد کر دیا گیا۔

اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے علی سے کہا کہ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ سے شادی کا پیغام دو،علی نے فرمایا :کیا ابو بکر اور عمر کے بعد میں دوں؟ جب ان کا پیغام مسترد ہو چکا ہے تو میری کیا حیثیت ہے؟انہوں نے کہا تم ان کے خاص رشتہ دار ہو،تمہاری بات الگ ہے۔چنانچہ علی نے پیغام

دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کی شادی ان سے کر دی۔ علی نے اپنا ایک اونٹ اور کچھ دوسرے سامان بیچ کر 480 درہم جمع کیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا: اس پیسے کا دو تہائی عطریات میں صرف کرو اور ایک تہائی سے گھر کے ساز و سامان خرید لو۔([26])

حجر بن عنبس جو جنگ جمل اور صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہتے ہیں کہ علی نے ابوبکر اور عمر سے پہلے ہی فاطمہ سے شادی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر کا پیغام آنے کے بعد کہا: میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گا، فاطمہ کی شادی تم سے ہی ہوگی۔

عطاء کہتے ہیں کہ جب علی نے فاطمہ سے شادی کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ سے فرمایا: تمہارے لئے علی کا رشتہ آیا ہے۔ وہ خاموش رہیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کی شادی علی سے کر دی۔([27])

([26]) الطبقات: 19/8

([27]) الطبقات: 20/8

مہر اور جہیز

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دینا چاہا اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا، میں نے دل میں کہا،یہ کیسے ہو گا؟

پھر میں نے آپ کی صلہ رحمی اور آپ کا احسان یاد کیا اور پیغام دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے پاس نکاح کے اخراجات کے لیے مال ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

فرمایا: تمہارا وہ حطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں فلاں دن دیا تھا؟

میں نے عرض کیا: وہ میرے پاس موجود ہے۔

فرمایا: تم مہر میں وہی دے دو۔

عکرمہ کہتے ہیں: اس زرہ کی قیمت چار درہم تھی۔([28])

ابن الاثیر کہتے ہیں: حطمی زرہ کا مطلب وہ زرہ ہے جس پر تلوار کام نہیں کرتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مطلب بھاری نیزہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ قبیلہ عبدالقیس کی ایک شاخ کی طرف منسوب ہے جو زرہ بنایا کرتے تھے۔ زرہ ایک لباس ہے جسے جنگ کے دوران لڑنے والے پہنتے ہیں۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ نے مہر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لوہے کی ایک زرہ اور ایک بوسیدہ چادر دی۔([29])

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مہر میں ایک بکری کا چمڑا اور

([28]) الاصابۃ (8/157) ہو سکتا ہے یہ تصحیف ہو اور اصل میں چار سو درہم ہو یا اس زرہ کی اصل قیمت اتنی رہی ہو اور صحابہ کرام نے اس عظیم الشان نکاح کے لیے اصل قیمت سے زیادہ طے کیے ہوں کیونکہ حلبی نے اپنی "سیرت" (2/271) میں ذکر کیا ہے کہ علی نے وہ زرہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے چار سو اسی (480) درہم میں بیچ دیا تھا۔

([29]) (الطبقات 8/21)

ایک بوسیدہ چادر تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ مینڈھے کا چمڑا اور ایک پرانی چادر مہر میں تھی۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ علی اور فاطمہ کا بستر مینڈھے کا چمڑا اور ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی پتیاں بھری ہوئی تھیں۔

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شادی کے وقت میرا اور فاطمہ کا بستر مینڈھے کے ایک چمڑے کے علاوہ کچھ نہیں تھا، جسے ہم دن میں پھیلا کر اونٹ کو اس پر چارہ دیا کرتے تھے۔ہمارا کوئی نوکر نہیں تھا۔

ام جعفر اپنی دادی اسماء بنت عمیس سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں کہا: علی اور فاطمہ کی شادی کے وقت میں نے ہی فاطمہ کو تیار کیا تھا،ان دونوں کے گدے اور تکیے میں کھجور کی پتیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔علی نے شادی میں ولیمہ کا اہتمام کیا تھا، جو اپنے زمانے کا سب سے بہترین ولیمہ تھا۔جس کے لیے انہوں نے اپنی زرہ ایک یہودی کے ہاں جو کے بدلے گروی رکھی تھی۔

علباء بن احمر الیشکری کہتے ہیں کہ علی نے فاطمہ سے شادی کے لیے اپنا ایک اونٹ 480 درہم میں بیچ دیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رقم کا دو تہائی حصہ خوشبو میں صرف کرنا اور ایک تہائی کپڑوں کے لیے۔

ابو داؤد نے اپنی سنن کے اندر روایت کیا ہے کہ ایک بار عمر بن خطاب نے ہمارے سامنے خطبہ میں کہا خبردار! عورتوں کے مہر میں مبالغہ سے کام نہ لو، کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے ہاں تقوی کا معیار ہوتا تو اس کے زیادہ حقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے، جب آپ کی بیویوں اور بیٹیوں میں کسی کا بھی مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں تھا۔([30])

ابن سعد نے محمد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور بیویوں کا مہر پانچ سو درہم تھا یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی۔([31])

([30]) (أبو داؤد، النكاح 2106 ، باب 29، الصداق)

([31]) الطبقات 8/22 (مروجہ اوزان کے حساب سے مہر فاطمی کی مقدار ڈیڑھ کیلو تیس گرام نوسو ملی گرام چاندی بنتی ہے۔)

شادی کے وقت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک

ابن سعد نے اپنی "طبقات " (23/8) میں واقدی کی سند سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے پانچ مہینے بعد رجب میں ہوا جبکہ رخصتی غزوۂ بدر کے بعد۔رخصتی کے وقت ان کی عمر 18 سال تھی۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (319/6) میں کہتے ہیں فاطمہ کی رخصتی کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بخاری(3091) کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ بدر کے بعد غالباً شوال سن دو ہجری میں ہوئی۔کیونکہ جنگ بدر رمضان میں ہوئی تھی۔

امام ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" (228/2) میں مسبجی کا قول ذکر کیا ہے کہ فاطمہ سے علی کا نکاح عائشہ کی رخصتی کے ساڑھے چار مہینہ کے بعد ہوا تھا،اس وقت فاطمہ کی عمر 15 سال پانچ مہینہ 15 دن تھی۔

طبرانی (1153)، بزار(1407) اور دوسرے علماء حدیث نے بریدہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: فاطمہ کو تم نکاح کا پیغام کیوں

نہیں دیتے؟ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: فاطمہ سے نکاح کے سلسلے میں، فرمایا: "مرحبا واہلا" ! آگے کچھ بھی نہیں بولا۔

علی رضی اللہ عنہ انصار کی اس جماعت کے پاس گئے جو ان کا انتظار کر رہے تھی،ان لوگوں نے پوچھا: کیا خبر ہے؟ علی نے بتایا: مجھے نہیں معلوم! بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا اور اہلا کہا ان لوگوں نے کہا تمہارے لیے ان دونوں میں سے صرف ایک ہی کافی ہے آپ نے تو تمہیں اہل اور مرحب دونوں دے دیا۔

شادی ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولیمہ ضروری ہے۔سعد نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے۔بعض انصار مکئ کے کچھ آٹے لے آئے جب رخصتی کی رات آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی میرے آنے تک خلوت نہیں کرنا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو پانی منگوایا، وضو کیا اور علی کے اوپر چھڑکا اور یہ دعاء دی "اللهم بارك فيهما وبارك لهما في بناءهما".

بزار کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: " اللهم بارك فيهما وبارك لهما في نسلهما"۔

ابن سعد کے ہاں یہ عبارت ہے : "اللهم بارك فيهما وبارك عليهما وبارك لهما في نسلهما ".

طبرانی نے (365/24) صحیح سند سے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہتی ہیں: جب فاطمہ علی بن ابی طالب کے ہاں رخصت ہوئیں تو ان کے گھر میں ایک چٹائی، کھجور کی پتیوں سے بھرا ایک تکیہ، ایک گھڑا اور ایک مٹی کا پیالہ تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو خبر بھیجی کہ میری آمد تک خلوت نہ کرنا۔ جب صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو پوچھا: کیا یہاں میرا بھائی ہے؟

ام ایمن (جواسامہ بن زید کی والدہ اور نیک طبیعت خاتون تھیں) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے بھائی کیسے ہوئے، آپ نے تو اپنی بچی کی شادی ان سے کرائی ہے؟ اس سے قبل جب صحابہ کرام کے بیچ آپ نے تو رشتۂ مواخات استوار کیا تھا تو علی کو اپنا بھائی بنایا تھا۔

فرمایا: ام ایمن ہاں ایسا ہی ہے۔

کہتی ہیں: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوایا، کچھ دعا پڑھی پھر اس پانی سے علی کے چہرہ اور سینہ پر مسح کیا، پھر فاطمہ کو بلایا، وہ شرم وحیاء کی وجہ سے لڑکھڑاتے ہوئے آئی، پھراس پانی سے ان کے بدن پر چھڑکاؤ کیا،اور دعا پڑھی، پھر فرمایا: فاطمہ میں نے اپنے خاندان کے سب سے چہیتے شخص سے تمہاری شادی کی۔

آپ نے پردے کے پیچھے کالا سایہ دیکھا، پوچھا کون؟ اس نے کہا: اسماء

فرمایا: اسماء بنت عمیس؟ کہا: ہاں! یارسول اللہ!

فرمایا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے ساتھ تعظیماً آئی ہو؟ کہا: ہاں! جب لڑکی کی رخصتی ہے تو اس کے ساتھ ایک خاتون کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ اپنی ضرورت کی بات کہہ سکے۔ کہتی ہیں: یہ سن کر آپ نے مجھے ایسی دعا دی جو میرا سب سے پختہ عمل رہا۔

پھر علی سے فرمایا: اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ اور آپ نکل گئے آپ جاتے ہوئے مسلسل دعا کررہے تھے یہاں تک کہ آپ

اپنے حجرے میں چلے گئے۔([32])

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا، علی رضی اللہ عنہ کے یہاں رخصت ہورہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کے ساتھ ایک چادر، ایک تکیہ جس میں کھجور کی پتیاں اور اذخر گھاس بھری تھی، چمڑے کا برتن عنایت کیا تھا، دونوں اس چادر کا آدھا بستر اور آدھا حصہ بطور لحاف استعمال کرتے تھے۔ ([33])

([32]) بعض روایات میں شاید اسماء بنت عمیس کے ذکر میں غلطی ہوئی ہے کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت وہ حبشہ میں تھیں، یہ دار ارقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے سے پہلے اسلام لائی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا اور اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ ہجرت فرمائیں۔ غزوہ حنین کے موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی ابوبکر سے کرادی تھی یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

([33]) ہیثمی "مجمع الزوائد" (19/15218) اس میں ایک راوی عطاء بن سائب ہیں جو اخیر عمر میں اختلاط کے شکار ہوگئے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر:

ابن سعد نے (اپنی طبقات (8/22-23) میں ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ تقریباً ایک سال تک ابو ایوب انصاری کے مکان میں ٹھہرے رہے، جب علی کا فاطمہ سے نکاح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا: کوئی گھر تلاش کرلو، علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور گھر تلاش کرلیا اور کچھ دنوں بعد اس میں منتقل ہوکر اسی میں حضرت فاطمہ کے ساتھ خلوت کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ سے کہا: میں تمہیں اپنے پاس لانا چاہتا ہوں، فاطمہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ حارثہ بن نعمان سے فرمائیں کہ تم میرے پاس منتقل ہوجاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حارثہ ہمارے پاس سے ایک بار منتقل ہوچکے ہیں اب مجھے ان سے شرم آتی ہے کہ ان سے منتقل ہونے کو کہوں۔ یہ خبر حارثہ تک بھی پہنچ گئیں اور آپ گھر خالی کرکے دوسری جگہ منتقل ہوگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! مجھے خبر لگی ہے کہ آپ فاطمہ کو اپنے پاس منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ میرے گھرہیں اور یہ

بنو نجار کے گھروں میں آپ سب سے زیادہ قریب ہیں اور میں اور میرا مال اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے ہے، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم ! آپ مجھ سے جو مال لے لیں وہ مجھے اس مال سے بہت زیادہ پیارا ہے جسے آپ چھوڑ دے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچے ہو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی برکت نازل فرمائے، چنانچہ آپ نے حضرت فاطمہ کو حارثہ کے گھر بلالیا۔

ایک خاتون جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنانے میں شامل تھیں کہتی ہیں: فاطمہ کو شادی میں دو چادریں دی گئی تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں اور چاندی کے دو بازو بند تھے، علی کے گھر میں گئے تو وہاں چبوترے پر بکری کی ایک کھال تھی، ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک مشکیزہ ،ایک چھلنی، ایک رومال اور ایک پیالہ تھا۔([34])

طبرانی نے اپنی "الکبیر" (156/1) میں ابواسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو فاطمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ

([34]) الطبقات:24/8

نے میری شادی خراب آنکھ والے اور بڑے پیٹ والے سے کردی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جو ابتدائی دور میں مشرف باسلام ہونے والا، بہت زیادہ جانکار اور بردبارانسان ہے۔([35])

احمد نے (8/20329) معقل بن یسار رضی للہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا، فرمایا: کیا فاطمہ کی عیادت کے لیے چل سکتے ہو۔

میں نے عرض کیا ضرور! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا: اس کی ذمہ داری کوئی اور اٹھا لے گا اور اجر تمہیں ملے گا۔

گویا جانے میں کوئی بات نہیں تھی، ہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہنے لگیں : بہت زیادہ تکلیف ہے، کھانے کاکوئی سامان نہیں ہے اور

([35]) (اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد " (19/14596) میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل صحیح الاسناد ہے)۔

بیماری لمبی ہوگئی ہے، فرمایا: فاطمہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو امت محمدیہ کا پہلا مسلمان، انتہائی جانکار اور بے حد بردبار شخص ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشے:

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" میں ابوالبختری سے روایت کیا ہے کہ علی کی والدہ (فاطمہ بنت اسد بن ہاشم) نے علی سے کہا: تم باہر کے کام کرو اور فاطمہ گھر کے کام مثلاً آٹا گوندھنا، روٹی پکانا اور چکی پیسنا وغیرہ کرے گی۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسن، حسین، ام کلثوم اورزینب پیدا ہوئیں۔علی نے فاطمہ کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

ابن اسحاق نے فاطمہ کی اولاد میں "محسن" کا بھی ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ بچپن ہی میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

لیث بن سعد نے ایک لڑکی "رقیہ" کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ بچپن ہی میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔

ابن الجوزی کہتے ہیں " زینب کی شادی عبداللہ بن جعفر سے ہوئی اور ان کی دو اولاد ہوئی" عبداللہ" اور عون زینب عبداللہ بن جعفر کی زوجیت میں رہتے ہوئے انتقال فرماگئیں۔

ام کلثوم کی شادی عمر بن خطاب سے ہوئی تھی۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہ :

حسن بن علی بن ابی طالب 15/رمضان 3ہجری کی شب مدینہ منورہ میں سورۂ کوثر کی پہلی تفسیر بن کر صحن علی مرتضی وخاتون جنت فاطمہ زہراء میں تشریف لائے۔([36])

ابن عساکر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ گلشن فاطمہ میں حسن کی آمد جنگ احد کے دو سال بعد ہوئی۔ حسن کی ولادت کی تاریخ 15 رمضان سن 4 ہجری ہے۔

سودہ بنت مشرح کا بیان ہے کہ حسن کی ولادت کے موقع پر دوسری خواتین کے ساتھ میں بھی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: فاطمہ کیسی ہے؟

([36]) ابن عساکر "تاریخ دمشق" (13/ 167-168)

میں نے عرض کیا: تکلیف میں ہیں۔

فرمایا: جب ولادت ہوجائے تو مجھے اطلاع کیے بغیر کچھ نہیں کرنا۔

جب ولادت ہوگئی تو میں نے ان کی ناف کاٹی، کپڑے کے ایک میلے ٹکڑے میں اسے لپیٹا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے پوچھا فاطمہ کیسی ہے؟

میں نے عرض کیا ولادت ہوگئی ہے، میں نے بچے کی ناف کاٹ دی ہے اور میلے کپڑے میں لپیٹ دیا ہے۔

فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ اور سفید کپڑے میں لپیٹا اور اپنا لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا، پھر فرمایا: علی کو بلاؤ؟ میں نے انہیں بلایا، فرمایا: علی بچے کا کیا نام رکھے ہو؟

کہا: میں نے جعفر نام رکھا ہے!

فرمایا: نہیں، اس کا نام حسن ہوگا اور تمہاری کنیت ابوالحسن الخیر ہوگی۔([37])

([37]) تاریخ دمشق:13/166/167

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکل وصورت میں آپ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ (راوی حدیث اسماعیل کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: آپ میرے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کریں تو انھوں نے فرمایا: آپ سفید رنگ کے تھے، سر کے کچھ بال سفید ہو چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا تھا۔ انھیں وصول کرنے سے پہلے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ ([38])

بخاری (3547) میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بیان کرتے ہوئے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں متوسط تھے، نہ دراز قد اور نہ پست قامت، آپ کا رنگ چمک دار تھا، نہ خالص سفید اور نہ گندمی۔ آپ کے بال بھی درمیانے درجے کے تھے، نہ سخت پیچ دار (گھنگریالے) اور نہ بہت سیدھے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی۔ (سورۂ مدثر کے نزول کے بعد کی مدت کے اعتبار سے)

([38]) بخاری: 3544

آپ دس سال مکہ میں رہے، وحی نازل ہوتی رہی اور دس برس مدینہ میں رہے،جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے سراور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔(راوی حدیث)ربیعہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال دیکھا تو وہ سرخ تھا۔میں نے پوچھا تو کہا گیا کہ یہ بال خوشبو کے استعمال سے سرخ ہو گیا ہے۔

بخاری (3551) اور مسلم(2337) میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بہت کشادہ اور کھلا ہوا تھا۔ آپ کے (سر کے) بال کانوں کی لو تک لٹکتے رہتے تھے۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ ایک سرخ جوڑے میں دیکھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں دیکھا تھا۔یوسف بن ابی اسحٰق نے اپنے والد کے واسطہ سے "إلى منكبيه" بیان کیا (بجائے لفظ "شحمة أذنه" یعنی آپ کے بال مونڈھوں تک پہنچتے تھے۔

ان تمام روایات سے عمومی طور پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا حلیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی از حد مشابہت کا پتہ چلتا ہے۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہ:

آپ کا نام حسین، کنیت ابوعبداللہ اور "سیدا شباب أهل الجنة" اور"ريحانة النبي" لسان نبوت سے ملے القاب ہیں۔ شجرۂ عالیہ یہ ہے:

"حسین بن علي بن ابي طالب بن ہاشم القرشي الہاشمي"۔[39]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مبارک فرمایا: "حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں"۔[40]

ابن ابی نعیم روایت کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ایک شخص نے آپ سے مچھر کے

([39]) البداية والنهاية: (٨/١٦٠)

([40]) ترمذی: (3768)

خون کے بارے میں دریافت کیا (کہ اگر محرم کے لباس کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ: اہلِ عراق میں سے ہوں۔ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص کو دیکھو! یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہا ہے، حالانکہ انہوں نے رسول ﷺ کے بیٹے (نواسے) کو شہید کرڈالا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: یہ (حسن و حسین) دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں"۔[41]

حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سے قبل ہی بذریعہ خواب پیدائش کی بشارت دے دی گئی تھی، مستدرک حاکم میں عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام فضل سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! رات میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیسا خواب ہے؟ عرض کیا: بہت سخت۔آپ صلی

([41]) بخاری: (۵۹۹۴)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہے وہ؟ عرض کی: میں نے دیکھا ہے کہ گویا آپ کے بدن کا کوئی ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آگیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر بیان فرمائی کہ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، فاطمہ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا، وہ تمہاری گود میں ہوگا (تم اُسے دودھ پلاؤ گی)، چنانچہ فاطمہ کے ہاں حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو میری گود میں آئے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حسین کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گو د میں ڈال دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے رواں تھیں۔ ام فضل نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کیا ہوا ہے؟ فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے خبر دی کہ میری اُمت میرے اس بیٹے کو شہید کردے گی۔ میں نے عرض کی: کیا یہ بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور وہ میرے پاس اس کی (خون آلود) سرخ مٹی کا کچھ حصہ بھی لائے ہیں"۔([42])

([42]) مستدرک حاکم: (۴۸۱۹)

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی گود جب سبطِ رسول خوشبوئے نبوت سے مہکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف لائے، اپنے نومولود کو اپنے دستِ مبارک میں اُٹھایا، گھٹی دی، لعاب دہن منہ میں ڈالا اور خوب صورت نام "حسین" رکھا۔ ([43])

آپ کے کان میں اذان دی اور ساتویں روز عقیقہ کیا۔ ([44])

حسین رضی اللہ عنہ "خامس اَہل الکساء" ہیں، یعنی ان پانچ مبارک شخصیات میں سے ہیں، آیتِ تطہیر اُترنے کے بعد جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ تطہیر کے مصداق داخل اور شامل فرمایا۔ ([45])

آپ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے مشابہ تھا۔([46])

([43]) ابن کثیر: (۸/۱۶۰)

([44]) مستدر کِ حاکم، رقم:۴۸۲۷۔المعجم الکبیر: ۹۲۶

([45]) (اسدالغابۃ: (1/۴۹۶)

([46]) جامع الترمذی: رقم:۳۷۷۹

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

" حسنین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم کشتی کا کھیل کھیل رہے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: حسن! شاباش! جلدی کرو۔ حضرت فاطمہ عرض کرنے لگیں: آپ حسن کو ہی کیوں شاباشیاں دے رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حسین کو جبریل امین کہہ رہے ہیں کہ شاباش حسین! جلدی کرو"۔(47)

یعلیٰ بن مرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :"حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں (لہٰذا حسین سے محبت مجھ سے محبت ہے اور حسین سے دشمنی مجھ سے دشمنی ہے) اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے (48)

یعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت طعام پر گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

(47) اسدالغابہ: 1، ۵۴۹۷

(48) ترمذی: (۳۷۷۵)

وسلم لوگوں کے آگے آگے چل رہے تھے ، آپ نے دیکھا کہ حسین بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑناچاہا تو وہ ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (اُن کو پکڑنے کے لیے دوڑ کر) خوش طبعی کرنے لگے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں پکڑ لیا، پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی گدی پر رکھا اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور ان کے دہنِ طیب پر اپنا دہن مبارک رکھ کر چومنے لگے اور فرمایا کہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرے۔ (49)

وقار، شائستگی، تواضع اور استقلال رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک اور دردناک واقعہ 10 محرم الحرام 61ھ بروز جمعہ یزید کے دور حکومتِ میں پیش آیا۔

---

(49) المستدرک للحاکم، رقم:۴۸۲۰

حسنین سے نبی ﷺ کی والہانہ محبت:

بخاری (2122)، مسلم (2421) اور دیگر محدثین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیاہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت ایک طرف نکلے، مگر نہ آپ مجھ سے باتیں کرتے اور نہ میں آپ سے کوئی بات کرتا تھا حتی کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں پہنچ گئے۔ (پھر واپس ہوئے) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے صحن میں بیٹھ گئے تو فرمایا: کیا یہاں کوئی بچہ ہے؟کیا ادھر کوئی ننھا ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے کچھ دیر کے لئے روکے رکھا۔ میں نے خیال کیا کہ وہ انہیں ہار وغیرہ پہنا رہی ہیں یا اسے نہلا رہی ہیں۔ پھر (حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتے ہوئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گلے لگایااور ان سے پیار کیا، پھر فرمایا: ”اے اللہ !تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اسے بھی اپنا محبوب بنا۔

بخاری (3749)، مسلم(2422) اور دیگر محدثین نے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیاہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے

کندھوں پر تھے۔ آپ فرمارہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

مسلم (2423) ، ترمذی(2775) وغیرہ میں ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن اور حسین رضوان للہ عنہما کو آپ کے سفید خچر پر بٹھا کر اس کی باگ پکڑ کر چلا، یہاں تک کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں لے گیا۔ یہ (ایک بچہ) آپ کے آگے بیٹھ گیا اور وہ (دوسرا بچہ) آپ کے پیچھے بیٹھ گیا۔

ابن عساکر نے اپنی "تاریخ دمشق" میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے حسن اور حسین چھلانگ مار کر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے لوگوں نے انہیں روکنا چاہا تو آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ ان دونوں کو روکو نہیں، نماز سے فارغ ہو کر ان دونوں کو اپنی گود میں رکھا اور فرمایا: جسے مجھ سے محبت ہو وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔

ابن عساکر نے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے، حسن اور حسین

چھلانگ لگا کر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے، آپ ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے رہے پھر اپنی پیٹھ سیدھی کی اور ان دونوں کو زمین پر رکھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان دونوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میرے پھول ہیں۔

اہل بیت کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ کی وصیت:

مسلم (2424)، ترمذی (3871) اور دیگر کتب حدیث میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر کجاووں کے نقش والی کالی اون کی ایک موٹی چادر تھی۔ حسن رضی اللہ تعالی عنہ آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر لے لیا، پھر حسین رضی اللہ تعالی عنہ آئے تو وہ بھی اندر داخل ہو گئے، پھر فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا آئیں تو انہیں بھی اندر لے لیا، پھر علی رضی اللہ تعالی عنہ آئے تو انہیں بھی اندر لے لیا، پھر یہ آیت پڑھی: "إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهر تطهيرا " اللہ چاہتا کہ (ہر قسم کی) ناشایان بات کو تم

سے دور کر رکھے، اے گھر والو! اور تمہیں اچھی طرح سے پاک کر دے۔([50])

امام احمد (10/26659) نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ، حسن ، حسین اور فاطمہ کو ایک چادر میں لیا اور دعا کی : اے اللہ ! یہ میرے اہل بیت اور خاص لوگ ہیں ، اے اللہ! تو انہیں ناشایان باتوں سے دور رکھ اور انہیں اچھی طرح سے پاک فرما دے۔

ام سلمہ نے کہا اے اللہ کے رسول! میں بھی ان لوگوں میں ہوں؟

فرمایا: تم اپنی جگہ خیر پر ہو۔

مسلم (2408) وغیرہ نے ابوحیان سے روایت کیا ہے کہ: یزید بن حیان نے مجھ سے بیان کیا کہ میں، حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم (تینوں) حضرت زید بن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے قریب بیٹھ گئے تو حصین نے ان سے کہا: زید! آپ کو خیر کثیر حاصل ہوئی، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی،

([50]) الأحزاب: 33

ان کی بات سنی، ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ زید! آپ کو خیر کثیر حاصل ہوئی۔ زید! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی (کوئی) حدیث سنائیں۔ (حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) کہا: بھتیجے! میری عمر زیادہ ہوگی، زمانہ بیت گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث یاد تھیں ان میں سے کچھ بھول چکا ہوں، اب جو میں بیان کروں اسے قبول کرو۔ اور جو (بیان) نہ کرسکوں تو اس کا مجھے مکلف نہ ٹھہراؤ۔ پھر کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع مقام "خم" ([51]) کے پانی کے مقام پر خطبہ سنانے کو کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد کی اور اس کی تعریف بیان کی اور وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر فرمایا: لوگو! سن رکھو کہ میں ایک انسان

([51]) غدیر خم ایک چھوٹی سی جھیل کا نام ہےجو مقام جحفہ سے چار کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔خود جحفہ مکہ مکرمہ کے شمال مغرب میں 200 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے جو احرام باندھنے کے پانچ میقاتوں میں سے ایک ہے۔ غدیر کے مقام پر پانی اور درختوں کی موجودگی کی وجہ سے وہاں سے گزرنے والے قافلے یہاں پر رکا کرتے تھے۔

ہوں قریب ہے کہ اللہ کا قاصد (اس کا بلاوا لے کر) میرے پاس آئے گا اور میں لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔تو اللہ کی کتاب لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر بہت زور دیا اوراس کی ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا:میرے اہل بیت۔ میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ حصین نے ان سے کہا: زید! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت نہیں؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اہل بیت میں سے ہیں، لیکن آپ کے اہل بیت میں ہر وہ شخص شامل ہے جس پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔اس نے کہا: وہ کون ہیں؟ (زید رضی اللہ تعالی عنہ نے) کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔اس نے پوچھا: یہ سب صدقے سے محروم رکھے گئے ہیں؟ کہا، ہاں۔

سرور کونین کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات مبارکہ میں علی رضی اللہ تعالی عنہ کا دوسری شادی کی خواہش کا اظہار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیض وغضب:

ائمہ حدیث (یہاں بخاری 3729 کے الفاظ کا ترجمہ ہے) نے مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور کہا: آپ کی برادری کا خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی حمایت میں غصہ نہیں فرماتے۔یہی وجہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، میں اس وقت سن رہا تھا جب آپ نے خطبے کے بعد فرمایا: "امابعد!میں نے ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بیٹی کا نکاح کیا تو اس نے مجھ سے جو بات کی اسے سچ کر دکھایا۔بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میری جگر گوشہ ہے اور میں یہ گوارا نہیں کرتا

کہ اسے رنج پہنچے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے عقد میں نہیں رہ سکتیں"۔ یہ سنتے ہی علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ محمد بن عمرو نے مذکورہ حدیث بایں الفاظ بیان کی ہے: مسور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے بنو شمس کے اپنے ایک داماد کاذکر کیا اور دامادی میں اس کے عمدہ اوصاف کی تعریف فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "انھوں نے مجھ سے جو بات کہی اسے سچا کر دکھایا اور مجھ سے جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا"۔

بخاری کی دوسری روایت(5230) میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کھڑے یہ فرماتے ہوئے سنا: ہشام بن مغیرہ کے خاندان نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ میں اجازت نہیں دیتا، پھر اجازت نہیں دیتا، ایک بار بھی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں، اگر ابن ابی طالب کا پختہ ارادہ ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ فاطمہ میری جگر گوشہ ہے جو چیز اسے پریشان کرتی

ہے وہ مجھے بھی کرتی ہے اور جو اس کے لیے تکلیف دہ ہے وہ میرے لیے بھی باعث اذیت ہے۔

بخاری (3110) کی دوسری روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی ایک بیٹی کو پیغام نکاح دے دیا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ منبر پر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے، میں ان دنوں بالغ تھا، آپ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، مجھے اندیشہ ہے مبادا وہ اپنے دین کے متعلق کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے"۔ پھر آپ نے خاندان بنو عبد شمس والے داماد کا ذکر کیا اور اس کی دامادی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "اس نے مجھ سے جو بات کہی سچی کہی، جو وعدہ کیا تو اسے پورا کیا۔ میں حلال چیز کو حرام نہیں کرتا اور حرام کو حلال نہیں کرتا، لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں"۔

" صحیح " کی دوسری روایت میں ہے کہ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اسے تکلیف دی گویا اس نے مجھے تکلیف دی۔

بنو ہاشم سے مراد ابوجہل کی بیٹی کے چچا حضرات ہیں۔ابوجہل کا نام ابو الحکم عمرو بن ہشام بن المغیرہ ہے۔اس کے دو بھائی حارث بن ہشام اور سلمہ بن ہشام فتح مکہ کے سال مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔وہ دونوں اچھے مسلمان تھے۔ابو جہل کی اس بیٹی کا نام جویریہ یا جمیلہ یا عوراء تھا۔یہ بھی اسلام لا چکی تھیں اور ایک اچھی مسلمان خاتون تھیں۔یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے اس وقت فاطمہ رضی اللہ عنہاسے علی کی شادی کو لگ بھگ آٹھ سال گزر چکے تھے۔علی نے جویریہ بنت ابی جہل سے شادی کا پیغام اس کے چچا حارث بن ہشام کو دیا تھا۔

حاکم نے اپنی صحیح (3/4749) میں سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جویریہ بنت ابی جہل سے شادی کا پیغام اس کے چچا حارث بن ہشام کو دیا،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت مشورہ مانگا آپ نے فرمایا کیا اس کے خاندان کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ علی نے کہا: میں اس کے خاندان کے بارے میں جانتا ہوں، لیکن کیا آپ اس کی اجازت دیتے ہیں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا

ہے ،اور یقیناً اس سے اس کو تکلیف پہنچے گی۔ علی نے کہا: میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے فاطمہ کو تکلیف ہو۔

بنو ہاشم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ اس عظیم المرتبت خاتون جنت اور جگر گوشۂ نبوت کی مرضی کا خیال رکھا جائے۔

حاکم نے (4750/3) مرسلاً مکہ کے ایک شخص ابو حنظلہ سے روایت کیا ہے کہ علی نے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اس خاتون کے گھر والوں نے کہا ہم ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی موجودگی میں علی سے تمہارا نکاح نہیں کر سکتے۔یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف دی اس نے گویا مجھے تکلیف دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی چیز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھوڑی یا زیادہ تکلیف دہ ہو حرام ہے۔اس میں ان روافض شیعوں کے لیے سبق ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں

وہاں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان محشر میں کیا منہ دکھائیں گے۔

فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خوشنودی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبالغہ کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندہ بیٹی تھیں۔ان کی والدہ بہت پہلے رخصت ہو چکی تھیں اور بہنیں بھی یکے بعددیگرے داغ مفارقت دے چکی تھیں، ان کا کوئی غم گسار اور ہمدرد سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں تھا۔

علی رضی اللہ عنہ کے لیے مناسب تھا کہ ابو جہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دینے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا خیال رکھیں اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرضی کا بھی،چونکہ وہ خاتون جنت اور سارے جہاں کی خواتین کی سردار تھیں اور صورت و سیرت دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں لخت جگر حسن اور حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے تھے،اور دل کی تفریح اور پھول کی

حیثیت رکھتے تھے،وہ دونوں دنیا اور آخرت میں نوجوانوں کے سردار ہیں انہی ساری وجوہات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ عتاب ہوا۔

حافظ ابن حجر "فتح الباری" (10/416) میں لکھتے ہیں: باپ کا عار بچوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔کیونکہ جویریہ بنت ابی جہل ایک نیک مسلمان خاتون تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ کے دشمن کی بیٹی سے تعبیر کیا اور یہی صفت شادی کی رکاوٹ بنی۔

فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیچ شکر رنجی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصالحت:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری پیش آگئی اور وہ مجھ پر خفا ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا

ہے۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو کہ کہاں ہیں؟ وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسم سے دھول جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے اٹھو ابوتراب اٹھو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سونے کا جواز صرف ان لوگوں کے لیے ہی نہیں جو بے گھر اور مسافر ہوں بلکہ جن کے پاس معقول جائے سکونت ہو وہ بھی اگرکسی مصلحت کے پیش نظر مسجد میں سونا چاہیں تواس میں تنگی نہیں ہے، کیونکہ حضرت علیؓ کا گھر بار موجود تھا، اس کے باوجود وہ مسجد میں آکر سوگئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس موقع پر مسجد میں سونے سے منع نہیں فرمایا بلکہ ایک مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی دلجوئی فرمائی۔

چونکہ زمین پر لیٹنے کی وجہ سے حضرت علیؓ کے بدن پر مٹی کچھ زیادہ ہی لگ گئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے اس مٹی کو صاف کیا، اس مناسبت سے آپ نے حضرت علیؓ کو "ابوتراب" کے لقب سے یاد کیا۔

عربی زبان میں تراب مٹی کو کہتے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی اس کنیت سے یاد کرتا تو بہت خوش ہوتے تھے۔([52])

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز گفتگو سے اس ناگواری کو دور کرنا چاہتے تھے جو علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان درآئی تھی، نیز اس واقعے سے رشتہ مصاہرت میں مدارات کی اہمیت کا بھی پتہ چلتاہے۔

علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد نہ تھے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بیٹے تھے۔

اس میں عرب کے محاورے کے مطابق باپ کے عزیز رشتے دار کو چچازاد کہا گیاہے۔

([52]) صحيح البخاري، الأدب، حديث: 6204

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قریبی رشتے داری کے حوالے سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند سے حسن سلوک اور نرم رویہ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلانا چاہتے تھے۔

ابن سعد نے اپنی "طبقات"(26/8) میں عمرو بن سعید سے روایت کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سختی سے پیش آتے تھے۔بولی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری شکایت کروں گی۔ چنانچہ فاطمہ شکایت کرنے کے لیے تشریف لے گئیں، علی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے اور ایک ایسی جگہ ٹھہر گئے جہاں سے دونوں کی باتیں بخوبی سن سکیں۔فاطمہ نے علی کی شدت اور سنگ دلی کی شکایت کی۔فرمایا: پیاری بچی خوب غور سے سن لو اور سمجھ لو کسی ایسی عورت کی جو اپنے شوہر کی مرضی کے مطابق نہ کرے کوئی سرداری نہیں ہے علی کہتے ہیں: پھر میں نے وہ تمام حرکتیں چھوڑ دیں، جو میں کیا کرتا تھااور میں نے تہیہ کر لیا کہ اب کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جس سے فاطمہ کے دل کو ٹھیس پہنچے۔

گھریلو کام میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محنت ومشقت:

ائمہ حدیث نے علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ : فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں۔ اس لیے وہ بھی ان میں سے ایک لونڈی یا غلام کی درخواست لے کر حاضر ہوئیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق کہہ کر (واپس) چلی آئیں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی درخواست پیش کر دی، علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں (رات ہی کو) تشریف لائے، جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے (جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (تو ہم لوگ کھڑے ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح ہو ویسے ہی لیٹے رہو۔ (پھر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیچ میں بیٹھ گئے اور اتنے قریب ہو گئے کہ) میں نے آپ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تم لوگوں نے (لونڈی یا غلام) مانگے ہیں ' میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں ' جب تم دونوں اپنے بستر پر لیٹ جاؤ (تو سونے سے پہلے) اللہ اکبر 34 مرتبہ اور الحمداللہ 33 مرتبہ اور سبحان اللہ 33 مرتبہ پڑھ لیا کرو ' یہ عمل بہتر ہے اس سے جو تم دونوں نے مانگا ہے۔

الحديث باتمامه رواه البخاري في عدة مواضع، ورواه مسلم(2727)، واحمد(1،74)، وابوداؤد (5062) والحميدي (43) والنسائ في عمل اليوم والليلة (814) وابن السني في عمل اليوم والليلة (740) وابويعلى (578) وابن حبان (5529) والبزار (606)..والبيهقي (7،293) وغيرهم.

ابن سعد نے اپنی طبقات (8/25)میں سائب سے روایت کیاہے، علی کا بیان ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کرایا تو ان کے ساتھ ایک روئیں دار چادر، ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے، ایک دن میں نے فاطمہ سے کہا: کنواں سے پانی کھینچتے کھینچتے سینے میں تکلیف محسوس کرنے لگا ہوں۔ آپ کے والد کے پاس قیدی آئے ہیں آپ ان سے جا کر ایک قیدی مانگ کر لائیں، چنانچہ فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں فرمایا: پیاری بچی کیا کام ہے؟ فاطمہ کو قیدی مانگنے سے شرم آئی، کہا سلام کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔اور بنا مانگے لوٹ گئیں۔میں نے پوچھا کیا ہوا؟ بولی مجھے خادم مانگنے میں شرم آئی، پھر دونوں حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ پانی کھینچتے کھینچتے سینے میں تکلیف محسوس کرنے لگا ہوں فاطمہ بولیں یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! چکی کی پیستے پیستے میرے بھی دونوں ہاتھ گھس گئے ہیں. اللہ نے آپ کو قیدی عطا فرما کر عزت بخشی ہے آپ ہمیں بھی ایک خادم دے دیں۔فرمایا میں اصحاب صفہ کو جو رات میں بھوکے سوتے ہیں چھوڑ کر تمہیں کوئی غلام نہیں دے سکتا۔بلکہ میں غلام بیچ کر اس کی قیمت اصحاب صفہ پر خرچ کروں گا۔آخر کار دونوں واپس

چلے گئے آپ دونوں کے پاس رات میں پہنچے، جب کہ دونوں سونے کے لیے لیٹ چکے تھے اور ایک چادر بھی اوڑھ لی تھی۔ جس سے سر تو ڈھک جاتے تھے لیکن اوچھی ہونے کی وجہ سے پیر کھل جاتے تھے۔ اور اگر پیر ڈھکتے تو سر کھل جاتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دونوں نے اٹھنا چاہا آپ نے فرمایا: اپنی جگہ قائم رہو، فرمایا: کیا تم کو غلام کے سوال سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں۔ دونوں نے بیک زبان کہا ضرور بتائیے، فرمایا: یہ چند کلمات ہیں جو جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں ہر نماز کے بعد 10 بار سبحان اللہ 10 بار الحمدللہ اور 10 بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو اور جب سونے لگو تو 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمدللہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ علی کہتے ہیں: جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کلمات سکھائے میں نے کبھی یہ کلمات نہیں چھوڑے۔ ابن کوّا نے پوچھا کیا جنگ صفین کی شب بھی، علی بولے عراقیو! اللہ تمہیں غارت کرے، ہاں! جنگ صفین کی شب بھی۔

مسلم (2728) میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا ایک خدمت گزار (کنیز) مانگنے کے

لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے کام کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں خدمت گزار تو ہمارے ہاں نہیں ملا"۔ (ہمارے گھر میں بھی موجود نہیں)، فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو تمہارے لیے خدمت گزار سے بہت بہتر ہے؟ جب تم بستر پر جاؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ کہو، تینتیس بار الحمدللہ کہو اور چونتیس بار اللہ اکبر کہو"۔

ابوداؤد (5063) میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کیا میں تم سے اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق واقعہ نہ بیان کروں، فاطمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ پیاری تھیں اور میری زوجیت میں تھیں، چکی پیستے پیستے میرے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیں بھرتے بھرتے ان کے سینے میں نشان پڑ گئے، گھر کی صفائی کرتے کرتے ان کے کپڑے گرد آلود ہو گئے، کھانا پکاتے پکاتے کپڑے کالے ہو گئے، اس سے انہیں نقصان پہنچا (صحت متاثر ہوئی) پھر ہم نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام اور لونڈیاں لائی گئی ہیں، تو میں نے فاطمہ سے کہا: اگر تم اپنے

والد کے پاس جاتی اور ان سے خادم مانگتی تو تمہاری ضرورت پوری ہو جاتی، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، لیکن وہاں لوگوں کو آپ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے ہوئے پایا تو شرم سے بات نہ کہہ سکیں اور لوٹ آئیں، دوسرے دن صبح آپ خود ہمارے پاس تشریف لے آئے (اس وقت) ہم اپنے لحافوں میں تھے، آپ فاطمہ کے سر کے پاس بیٹھ گئے، فاطمہ نے والد سے شرم کھا کر اپنا سر لحاف میں چھپا لیا، آپ نے پوچھا: کل تم محمد کے اہل و عیال کے پاس کس ضرورت سے آئی تھیں؟ فاطمہ دو بار سن کر چپ رہیں تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آپ کو بتاتا ہوں: انہوں نے میرے یہاں رہ کر اتنا چکی پیسی کہ ان کے ہاتھ میں گھٹا پڑ گیا، مشک ڈھو ڈھو کر لاتی رہیں یہاں تک کہ سینے پر اس کے نشان پڑ گئے، انہوں نے گھر میں جھاڑو دیے یہاں تک کہ ان کے کپڑے گرد آلود ہو گئے، ہانڈیاں پکائیں، یہاں تک کہ کپڑے کالے ہو گئے، اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس غلام اور لونڈیاں آئی ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ وہ آپ کے پاس جا کر اپنے لیے ایک خادمہ

مانگ لیں، پھر راوی نے حکم والی حدیث کی ہم معنی حدیث مکمل ذکر کیا۔

مسلم (2713) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلَّم کے پاس کنیز مانگنے آئیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: اللَّهمَّ ربَّ السَّماواتِ السَّبعِ، وربَّ العرشِ العظيمِ ربَّنا وربَّ كلِّ شيءٍ مُنزِلَ التَّوراةِ والإنجيلِ، والقرآنِ العظيمِ، فالقِ الحبِّ والنَّوى، أعوذُ بك من شرِّ كلِّ ذي شرٍّ أنت آخِذٌ بناصيتِه . . . ، أنت الأوَّلُ فليس قبلك شيءٌ ، وأنت الآخرُ فليس بعدك شيءٌ، وأنت الظَّاهرُ فليس فوقك شيءٌ ، وأنت الباطنُ فليس دونك شيءٌ ، اقْضِ عنَّا الدَّينَ وأغنِنْا من الفقرِ

"اے اللہ! تو ساتوں آسمانوں کا رب، عرش عظیم کا رب، اے ہمارے رب! اور ہر چیز کے رب، توراۃ، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے، زمین پھاڑ کر دانے اگانے اور کھوے نکالنے والے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر چیز کے شر سے، جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تو پہلا ہے (شروع سے ہے) تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، تو سب سے آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں، تو سب سے ظاہر (یعنی اوپر ہے)، تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے، تو پوشیدہ

ہے سب کی نظروں سے، لیکن تم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، اے اللہ! تو میرے اوپر سے قرض اتار دے، اور مجھے محتاجی سے نکال کر مالدار کر دے"۔([53])

([53]) وابن ماجہ (3831)

مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا

بخاری(240) مسلم (1794) اور دوسرے حضرات نے

ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ : ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی بیٹھے ہوئے تھے، اور ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح ہوئی تھی۔ابوجہل نے کہا: تم میں سے کون اٹھ کر بنی فلاں کے محلے سے اونٹنی کی بچے والی جھلی (بچہ دانی) لائے گا اور محمد سجدے میں جائیں تو اس کو ان کے کندھوں کے درمیان رکھ دے گا؟ قوم کا سب سے بدبخت شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور اس کو لے آیا۔جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے وہ جھلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا، پھر وہ آپس میں خوب ہنسے اور ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ میں کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا، کاش! مجھے کچھ بھی تحفظ حاصل ہوتا تو میں اس جھلی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے۔ اپنا سر مبارک نہیں اٹھا پا رہے

تھے، حتی کہ ایک شخص نے جا کر فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو خبر دی، وہ آئیں، حالانکہ وہ اس وقت کم سن بچی تھیں، انہوں نے وہ جھلی اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور پھینکی، پھر وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور انہیں سخت سست کہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند ان کے خلاف دعا کی، آپ جب کوئی دعا کرتے تھے تو تین مرتبہ دہراتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کچھ مانگتے تو تین بار مانگتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: "اے اللہ! قریش پر گرفت فرما"۔ جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو ان کی ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ کی بددعا سے خوف زدہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بددعا فرمائی: "اے اللہ! ابوجہل بن ہشام پر گرفت فرما اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط پر گرفت فرما"۔ (ابواسحاق نے کہا:) انہوں (عمرو بن میمون) نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا تھا لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا (بعد ازاں ابواسحاق کو ساتویں

شخص عمارہ بن ولید کا نام یاد آ گیا تھا،[54] (ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا:) اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! جن کا آپ نے نام لیا تھا میں نے بدر کے دن ان کو مقتول پڑے دیکھا، پھر ان سب کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں کی طرف لے جایا گیا اور انہیں اس میں ڈال دیا گیا۔

بخاری(5722) اور دیگر کتب حدیث میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خود ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا، نیز سامنے کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ مبارک سے خون دھو رہی تھیں۔ پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون پانی سے بھی زیادہ آ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلا کر اس کی راکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر لگائی تو خون رک گیا۔

---

(54) (صحیح البخاری، حدیث: 520)

حافظ ابن حجر " فتح الباری" (123/8) میں لکھتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن جب جنگ ختم ہو گئی اور مشرکین لوٹ گئے تو مسلم خواتین مجاہدین کی مدد کے لیے آگے آئیں،فاطمہ نے جیسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گلے لگ گئیں آپ کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا، فاطمہ نے اسے پانی سے دھویا، لیکن خون کا بہنا رکا نہیں، صرف فاطمہ نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ زخم پر رکھا، زخم سے خون بہنا بند ہو گیا،اس دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب نازل ہو جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا". پھر آپ کچھ دیر رکے اور فرمایا: "اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما وہ انجان ہیں ".

حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور رسل علیہم السلام کو بھی دنیاوی پریشانیاں مثلاً زخم درد تکلیف اور بیماری وغیرہ لاحق ہوتی ہیں جس سے آخرت میں اللہ ان کے درجات کو بلند فرماتا ہے اور اس سے مسلمانوں کو مصیبت میں صبر کرنے کی سیکھ ملتی ہے۔

امت مسلمہ کی خواتین میں فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا مقام و مرتبہ:

بخاری (3623)، مسلم (2450)اور دوسرے حضرات نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کی چال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے بڑی مشابہت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی آؤ مرحبا! اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھایا، پھر ان کے کان میں آپ نے چپکے سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ روتی کیوں ہو؟ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے کہا آج غم کے فوراً بعد ہی خوشی کی جو کیفیت میں نے آپ کے چہرے پر دیکھی وہ پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں میں آپ کے راز کو کسی پر نہیں کھول سکتی۔ چنانچہ میں نے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پوچھا۔انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ کی وفات اسی مرض میں ہو جائے گی، میں یہ سن کر رونے لگی۔دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جب سرگوشی کی تو یہ فرمایا کہ آپ کے گھر کے آدمیوں میں سب سے پہلے میں آپ سے جا ملوں گی تو میں ہنس پڑی تھی۔

امام احمد (12394/4) ، ترمذی (3878) اور دیگر حضرات نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ساری دنیا کی عورتوں میں سے تمہیں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، اور فرعون کی بیوی آسیہ کافی ہیں"۔

یعنی یہ چاروں عورتیں ساری دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں اور پیروی و اقتداء کے لائق ہیں۔

امام نسائی نے اپنی "الکبریٰ" (8364/5) امام احمد (2668/1) حاکم (4852/3) ابن حبان (7010) اور دیگر محدثین کرام نے صحیح سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچی اور پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: "جنتی خواتین میں سب سے اعلی مقام خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم کا ہے".

ابوداؤد (5217), ترمذی (3872) اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے۔ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے طور طریق اور چال ڈھال میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا (حسن کی روایت میں "بات چیت میں" کے الفاظ ہیں، اور حسن نے «سمتا وهديا ودلا» (طور طریق اور چال ڈھال) کا ذکر نہیں کیا ہے) وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی طرف لپکتے اور ان کا ہاتھ پکڑ لیتے، ان کو بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے پاس لپک کر پہنچتیں، آپ کا ہاتھ تھام لیتیں، آپ کو بوسہ دیتیں، اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو فاطمہ آئیں اور آپ پر جھکیں اور آپ کو بوسہ لیا، پھر اپنا سر اٹھایا اور رونے لگیں پھر آپ پر جھکیں اور اپنا سر اٹھایا تو ہنسنے لگیں، پہلے تو میں یہ خیال کرتی تھی کہ یہ ہم عورتوں میں سب سے زیادہ عقل والی ہیں مگر ان کے ہنسنے پر یہ سمجھی کہ یہ بھی آخر (عام) عورت ہی ہیں، یعنی یہ کون سا موقع ہنسنے کا ہے، پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ میں نے تمہیں دیکھا کہ تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکیں پھر سر اٹھایا تو رونے لگیں، پھر جھکیں اور سر اٹھایا تو ہنسنے لگیں، تو انہوں نے کہا: اگر آپ کی زندگی میں یہ بات بتا دیتی تو میں ایک ایسی عورت ہوتی جو آپ کے راز کو افشاء کرنے والی ہوتی، بات یہ تھی کہ پہلے آپ نے مجھے اس بات کی خبر دی کہ اس بیماری میں میں انتقال کر جانے والا ہوں، یہ سن کر میں رو پڑی، پھر آپ نے مجھے بتایا کہ ان کے گھر والوں میں سب سے پہلے میں ان سے ملوں گی، تو یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔

حاکم (4722/3) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار ایک فرشتہ میرے پاس آیا اس نے اللہ سے مجھے سلام کرنے کی اجازت مانگی، اس سے پہلے وہ نہیں آیا تھا پھر اس نے مجھے یہ خوش خبری دی کہ فاطمہ جنت کی تمام خواتین کی سردار ہیں۔([55])

طبرانی(595/22) اور حاکم (4737/3) نے ابوثعلبہ خُشَنیؓ سے روایت کیاہے حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ آپ نے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ کو یہ بات پسند تھی کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جائیں اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جائیں اور اس کے بعد اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات کے گھروں میں جائیں۔ چناں چہ ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لائے اور اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات کے گھروں سے پہلے فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ نے اپنے گھر کے دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور

([55])امام ذہبی نے" التلخیص" میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی" الفتح" (477/7)میں اسے جید بتایا ہے.

آپ کے چہرۂ انور اور آنکھوں کا بوسہ لینے لگیں اور رونے لگیں تو اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت دیکھ کر رو رہی ہوں کہ آپ کا رنگ (سفر کی مشقت کی وجہ سے) بدل چکاہے اور آپ کے کپڑے پرانے ہوگئے۔ توان سے آپ نے فرمایا: اے فاطمہ ! مت روؤ، اللہ نے تمہارے باپ کو ایسا دین دے کر بھیجا ہے جس کو اللہ رُوئے زمین کے ہر پکے گھر میں، ہر کچے گھر میں اور ہر اُونی خیمہ میں ضرور داخل کرے گا۔ جو اسلام میں داخل ہوں گے وہ عزت پائیں گے اور جو داخل نہیں ہوں گے وہ ذلیل ہوں گے۔ اور دنیا کے جتنے حصہ میں رات پہنچتی ہے اتنے حصہ میں یہ دین بھی پہنچے گا یعنی ساری دنیا میں پہنچ کر رہے گا۔([56])

([56]) (قال الذهبي في التلخيص بعد تصحيح الحاكم له: يزيد بن سنان هو الزهاوي، و قد ضعفه احمد وغيره، وعقبة نكره لا يعرف)

فاطمہ بنت محمد بھی اگر ....

بخاری (6788) مسلم(1688) اور دیگر علماء حدیث نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت، جس نے چوری کی تھی، کے معاملے نے فکر مند کر دیا، انہوں نے کہا: اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا؟ کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ ہی اس کی جرأت کر سکتے ہیں؟ چنانچہ اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد (کو ساقط کرنے) کے بارے میں سفارش کر رہے ہو؟" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، خطبہ دیا اور فرمایا: "اے لوگو! تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے تباہ کر ڈالا کہ جب ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا"۔

بنو مخزوم کی اس خاتون کا نام فاطمہ بنت اسود بن عبد الاسد تھا جو ابو سلمہ کی بھتیجی تھی۔

یہ ابو سلمہ ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر تھے۔([57])

آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور اس کا ہاتھ کاٹ دو، چنانچہ انھوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، اس نے عرض کی:

اللہ کے رسول! میرے لیے توبہ کا دروازہ بند تو نہیں ہوا؟ تو آپ نے فرمایا: "آج تو اس غلطی سے یوں پاک ہو چکی ہے گویا آج ہی تجھے تیری ماں نے جنم دیا ہے"۔

چنانچہ اس نے توبہ کی اور بنو سلیم کے ایک آدمی سے نکاح کر لیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد وہ خاتون جب بھی میرے پاس آتی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی حاجت پیش کرتی۔

ابن حجر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نام اس لیے لیا کیونکہ وہاں آپ کی سب سے چہیتی بیٹی

([57]) فتح الباري: (12/108)

تھی، اس وقت آپ کی کوئی بھی بیٹی زندہ نہیں تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتانا چاہتے تھے کہ کسی بھی مکلف پر حد قائم کرنے میں کسی قسم کی اقرباء پرستی سے کام نہیں لیا جائے، اور آپ نے اس لیے بھی نام لیا کیونکہ اس خاتون کا نام بھی فاطمہ تھا۔

ابن ہبیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث سے معلوم ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اپنے والد گرامی کے نزدیک سب سے اونچا مقام تھا کیونکہ واقعہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدود کے قیام میں فاطمہ آخری انتہا کی حیثیت رکھتی ہیں۔

روایت حدیث:

امام ذہبی کہتے ہیں فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے والد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے ان کے بیٹے حسن، عائشہ، ام سلمہ اور انس ابن مالک وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔وہ ایک صبر گزار، دین دار، نیک، پاک باز قناعت پسند، اور اللہ کی شکر گزار بندی تھیں۔

ان کی روایت کردہ ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: (بسم الله والسلام على رسول الله اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتك) "میں اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہوں، اور رسول اللہ پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے، اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"، اور جب نکلتے تو یہ دعا پڑھتے: (بسم الله والسلام على رسول الله اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب فضلك) "میں اللہ کا نام لے کر جاتا ہوں، اور رسول اللہ پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو

بخش دے اور اپنے فضل و کرم کے دروازے میرے لیے کھول دے([58])

دنیا سے بے رغبتی:

سنن نسائی (5143) میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنت ہبیرہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی انگوٹھیاں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ پر مارنے لگے، وہ آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئیں تاکہ ان سے اس برتاؤ کا گلہ شکوہ کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ کیا تھا، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گلے کا سونے کا ہار نکالا اور بولیں: یہ مجھے ابوالحسن (علی) نے تحفہ دیا تھا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے اور ہار ان کے ہاتھ ہی میں تھا، آپ نے فرمایا: "فاطمہ! تمہیں یہ بات پسند ہے کہ لوگ کہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور ہاتھ میں آگ کی زنجیر؟"، پھر آپ بیٹھے نہیں چلے گئے، پھر

([58])۔(احمد 10/26479, ترمذی 314, ابن ماجہ 771)

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار بازار بھیج کر اسے بیچ دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام (لڑکا) خریدا اور اسے آزاد کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "شکر ہے اللہ کا جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کیفیت:

بخاری (4462) میں انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ شدت مرض کے زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی بہت بڑھ گئی تھی۔ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: آہ، ابا جان کو کتنی بے چینی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے ابا جان کی یہ بے چینی نہیں رہے گی۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں، ہائے ابا جان! آپ اپنے رب کے بلاوے پر چلے گئے، ہائے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے۔ ہم جبرائیل علیہ السلام کو آپ کی وفات کی خبر

سناتے ہیں۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دفن کر دیئے گئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا "انس! تمہارے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش پر مٹی ڈالنے کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے تھے"۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (498,499/8) میں لکھتے ہیں: فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا دراصل اشارے میں انہیں ملامت کر رہی تھیں، کیونکہ ان کا طرز عمل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی کے نیچے دفن کرنا ان کے معروف رویے کے بر خلاف تھا چونکہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، بے انتہا محبت کی بنا پر رقت قلبی اور نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔انس رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دل جوئی اور غم خواری کی وجہ سے جواب نہیں دیا، لیکن لسان حال سے وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا دل بھی گوارا نہیں کر رہا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی کے نیچے دفنا دیں لیکن ہم نے خود کو ایسا کرنے کے لیے مجبور کیا، کیونکہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا۔

ابن حجر مزید کہتے ہیں: میت کے لیے تکلیف کا اظہار کرنا اور اور یہ کہنا کہ ابا جان کو کتنی بے چینی ہے وغیرہ الفاظ ممنوع نوحہ میں شامل نہیں ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ میت جن صفات سے ظاہری اور باطنی دونوں طور پر متصف ہو ان کا بیان کرنا نوحہ نہیں ہے۔

باغ فدک

ابن ہشام " السيرة النبوية" (389/3) میں کہتے ہیں:
خیبر کی جنگ سے اہل فدک کے دل میں اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب اس قدر ڈال دیا کہ انہوں نے اپنا نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ نصف پیداوار پر صلح فرما لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور کر لیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آگئے تھے۔چونکہ یہ فتح بغیر کسی جنگ اور لشکر کشی کی تھی اس لیے وہ خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال تھا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ([59])

([59]) (الحشر ٦-٧)

ترجمہ: اور جو (اموال فَے) اللہ نے اُن کے قبضے سے (نکال کر) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لوٹا دیے تو تم نے نہ تو اُن (کے حصول) پر گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جِس پر چاہتا ہے غلبہ و تسلّط عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے جو (اموال فَے) اللہ نے (بغیر جنگ کے مفتوحہ) بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے ہیں اور (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو عبد المطّلب) کے لئے اور (معاشرے کے عام) یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہیں، (یہ نظامِ تقسیم اس لئے ہے) تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے)۔ اور جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے

رہو (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم و عطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو)، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے)۔[60]

بخاری (4240-4241)، مسلم(1759)اوردیگر علماء حدیث نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مال سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے

([60])فدک ایک زمینی رقبہ ہے جو سعودی عرب کے شمال میں خیبر کے مقام پر مدینہ سے تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ حجاز کا ایک کنارہ ہے جس میں چشمے اور کھجوروں کے درخت ہیں۔

جنگِ خیبر کے موقع پر مئی 629ء میں یہ رقبہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ملکیت میں آیا۔[معاہدے کے مطابق نصف علاقے پر یہود کا قبضہ برقرار رہنے دیا گیا اور نصف کا خراج یہود کو دینا پڑتا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک یہی صورت حال تھی۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو خیبر سے نکالا تو فدک کے یہودیوں کو بھی شام بھیج دیا۔

مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا ' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے ' البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی میں تھا۔ غرض ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور ابوبکر رضی اللہ

عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انہوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ اس وقت انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ اس سے پہلے چھ ماہ تک انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی پھر انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آئیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں؟ وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔ آخر آپ علی رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کو گواہ کیا ' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے ' سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس کا انکار نہیں کیا، لیکن

آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گیا اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا خود میں نے بھی اسی کو اختیار کیاہے، علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر علی رضی اللہ عنہ نے

استغفار اور شہادت کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کا باعث ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔ مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ جب علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا کہ انہوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف:

بخاری(4033)، مسلم (1757) اور دیگر علماء حدیث کے یہاں مالک بن اوس بن حدثان نصری سے روایت ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا تو اچانک آپ کے چوکیدار یرفاء آئے اور کہا کہ عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اندر آنا چاہتے ہیں، کیا آپ کی طرف سے انہیں اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: انہیں اندر بلا لو، تھوڑی دیر بعد یرفاء پھر آئے اور کہا کہ عباس اور علی رضی اللہ عنہما بھی اجازت چاہتے ہیں، کیا انہیں اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب یہ دونوں بزرگ اندر تشریف لے آئے اور سلام کہا تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور وہ دونوں بزرگ اس جائیداد کے متعلق جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو نضیر کے مال سے بطور فے عطا فرمایا تھا۔ اس موقع پر علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا: (جب انہوں نے ایک دوسرے پر تنقید کی) تو حاضرین بولے: امیر المومنین! آپ ان دونوں کا فیصلہ

کر دیں تاکہ ان دونوں میں کوئی جھگڑا نہ رہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا صبر کرو! میں آپ لوگوں سے اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "ہم انبیاء کی جائیداد تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے"۔ اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خود اپنی ذات کریمہ تھی؟ حاضرین نے کہا: یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ پھر عمر، عباس اور علی رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ کو بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی؟ ان دونوں بزرگوں نے بھی ہاں میں جواب دیا۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں آپ لوگوں سے اس معاملے کے متعلق گفتگو کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فے میں سے خاص طور پر عطا فر دیا تھا، جو آپ کے سوا اور کسی کو نہیں دیا۔ ارشاد باری تعالی ہے: "اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے اموال میں سے جو کچھ اپنے رسول کو دیا ہے تم نے اس

کے لیے کوئی گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے"۔ (یعنی تم نے کوئی جنگ وغیرہ نہیں کی) تو یہ مال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں نظر انداز کر کے اسے اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا، اور نہ تم پر اپنی ذات ہی کو ترجیح دی تھی۔ آپ نے وہ مال تمہیں دیا اور تم پر تقسیم کر دیا حتی کہ اس میں سے صرف یہ مال باقی رہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال پر سال بھر خرچ کرتے تھے اور جو مال باقی بچتا تھا، اسے آپ اللہ تعالیٰ کے مصارف میں خرچ کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی بھر یہی معمول رہا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشیں ہوں اور اس مال کو انہوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اسے انہی مصارف میں خرچ کرتے رہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور آپ لوگ یہیں موجود تھے۔ اس کے بعد عمر، علی اور عباس رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہی طریقہ اختیار کیا جیسا

کہ آپ لوگوں کو بھی اس کا اقرار ہے۔ اللہ کی قسم! وہ اپنے طرز عمل میں سچے، مخلص، صحیح راستے پر اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی اٹھا لیا تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جانشیں ہوں اور اپنی امارت کے دو سال تک اس پر قابض رہا اور اسے انہی مصارف میں خرچ کرتا رہا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں بھی اپنے طرز عمل میں سچا، مخلص، صحیح راستہ پر گامزن اور حق کی پیروی کرنے والا تھا۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے۔ آپ دونوں ایک ہیں اور آپ کا معاملہ بھی ایک ہے۔ اے عباس! تم میرے پاس آئے تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، پھر میں نے سوچا کہ وہ جائیداد تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے تمہیں کہا: اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ جائیداد اس شرط پر تمہارے حوالے کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کیے ہوئے عہد کی تمام ذمہ داریوں کو پور کرو گے اور اس

میں وہی طرز عمل اختیار کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور جیسا آغاز خلافت سے میرا ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو مجھ سے اس کے متعلق گفتگو نہ کرو۔ اس وقت تم نے کہا: اس شرط پر جائیداد ہمارے حوالے کر دو تو میں نے اسے تمہارے سپرد کر دیا۔ کیا اب تم مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ طلب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، قیامت تک میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر تم ان شرائط کو پورا کرنے سے عاجز ہو تو جائیداد مجھے واپس کر دو۔ میں خود اس کا انتظام کروں گا۔

فدک کے تعلق سے عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کا موقف:

بخاری (4034)، مسلم (1758) اور دوسرے حضرات نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ وہ انہیں اس جائداد سے آٹھواں حصہ دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر سے بطور فے دیا تھا، اور میں انہیں

اس سے منع کرتی تھی۔ میں نے ان سے کہا: تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی نہیں ہو؟ کیا تمہیں علم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے ۔۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اپنی ذات کریمہ تھی۔ تاہم آل محمد کو ان کی ضروریات کے مطابق تا زندگی ملتا رہے گا"۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے ازواج مطہرات کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے بھی اپنا خیال بدل دیا۔ عروہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہی وہ صدقات ہیں جن کا انتظام پہلے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ کو اس سے روک رکھا تھا بلکہ وہ خود اس کا بندوبست کرتے تھے۔ پھر وہ صدقات حسن بن علی، پھر حسین بن علی کے قبضے میں رہے۔ ان کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن کے انتظام میں آ گئے۔ وہ دونوں باری باری اس کا انتظام کرتے رہے۔ پھر زید بن حسن کے پاس آئے جبکہ حقیقتاً وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات ہی تھے (اور یہ حضرات ان میں مالکانہ تصرف نہیں کرتے تھے)۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو منانے ان کے گھر آتے ہیں:

ابن سعد نے اپنی " طبقات" (27/8) میں اسمعیل بن عامر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا بیمار پڑیں تو اَبو بکر رضی اللہ تعالی عنہ ان سے ملاقات کے لیے ان کے گھر آئے، علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سے کہا کہ ابو بکر دروازے پہ کھڑے ہیں، تم سے ملنے کی اجازت چاہتے ہیں ، فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا ، کیا آپ کو ٹھیک لگتا ہے ؟ کہا ہاں ، تب فاطمہ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ ابو بکر فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس آئے، اور ان کو منانے لگے۔ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! میں نے گھر بار، مال ودولت اہل وعیال صرف اللہ، اس کے رسول اور آپ اہل بیت کے لیے چھوڑا ہے۔ وہ مسلسل مناتے رہے یہاں تک وہ مان گئیں۔

ترمذی(1608) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا:

آپ کی وفات کے بعد آپ کا وارث کون ہو گا؟ انہوں نے کہا: میرے گھر والے اور میری اولاد، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر کیا وجہ ہے کہ میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا" (پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی کفالت کرتے تھے ہم بھی اس کی کفالت کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پر خرچ کرتے تھے ہم بھی اس پر خرچ کریں گے۔

نبی ﷺ کی نسل مبارک صرف فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے چلی:

امام ذہبی کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل صرف فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا ہی سے دنیا میں چلی، کیونکہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی امامہ جسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی شادی علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوئی اور ان کے بعد

مغیرہ بن نوفل بن حارث ہاشمی سے ہوئی، جن سے کچھ اولاد ہوئی، لیکن زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ زینب کی نسل ناپید ہو گئی۔([61])

مرنے کے بعد بھی عفت و حجاب کا اہتمام:

ابن الاثیر نے " أسد الغابة " (524/5) میں روایت کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسماء بنت عمیس سے کہا کہ خواتین کی میت کو لے جانے کا طریقہ مجھے اچھا نہیں لگتا،صرف اس پر ایک چادر رکھ دی جاتی ہے،اور لاش کا حلیہ کوئی بھی بیان کر سکتا ہے۔

اسماء نے کہا اے شہزادی رسول! کیا میں آپ کو ایسی چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھا تھا

اسماء نے کھجور کی کچھ تازہ ٹہنیاں منگوائی، انہیں موڑ کر ڈولی جیسا بنایا اور اوپر سے چادر ڈال دیا۔ اسے دیکھ کر فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا بہت خوب! جب میرا انتقال ہوجائے تو تم اور علی غسل دینا کسی اور کو شامل نہ کرنا۔

([61]) (سير أعلام النبلاء 132/2، الإصابة 157/8)

جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں ، اسماء نے منع کردیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی شکایت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ سے کی،

ابو بکر نے اسماء بنت عمیس سے پوچھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے بیچ رکاوٹ بن رہی ہو، اور سنا ہے کہ تم نے ان کے لیے ڈولی بنایا ہے؟؟

اسماء بولیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے منع فرمایا تھا کہ ان کے غسل میں کوئی شریک ہو، اور ڈولی بھی ان کے حکم پر ہی بنائی گئی ہے۔

ابو بکر بولے : جیسا تمہیں کہا گیا ہے ، وہی کرو۔ چنانچہ اسماء اور علی نے فاطمہ کو غسل دیا۔

فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا اسلام کی تاریخ میں پہلی خاتون ہیں جن کی میت والی چارپائی کو ڈھانپا گیا۔

وفات

طبرانی نے اپنی "الکبیر" (989/22) میں صحیح سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ مہینے کے بعد ہوا اور علی رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں رات ہی میں دفن کر دیا۔

طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت(998/22) میں ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا انتقال 28 سال کی عمر میں ہوا ان کی پیدائش اس وقت ہوئی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے بعثت نبوی سے ساڑھے سات سال پہلے۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینے بعد تین رمضان المبارک بروز منگل ہوئی، غسل علی رضی اللہ تعالی عنہ نے دیا، فاطمہ نے اپنی زندگی ہی میں یہ اشارہ کردیا تھا کہ ان کی تدفین رات ہی میں کر

دی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی نماز جنازہ عباس بن عبدالمطلب نے پڑھائی، قبر میں اترنے والے عباس، فضل اور علی تھے۔[62]

ابن سعد(30/8) میں علی بن حسین سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ فاطمہ کو کب دفن کیا گیا؟ بولے رات میں جب رات پرسکون ہو گئی میں نے پوچھا نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ بولے : علی نے۔

ابن سعد ہی نے (29/8) حماد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی چار تکبیروں کے ساتھ۔

ابن سعد (28/8) نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا انتقال منگل کی شب بتاریخ 3رمضان مبارک سن 11 ہجری تقریباً 29 سال کی عمر میں ہوا۔

تمت بالخیر

([62]) (الاستیعاب:(4/453)

فہرست

موضوعات	صفحات
مقدمہ	4
اپنی بات	9
زینب بنت الرسول ﷺ	
ولادت	12
شادی	13
ابو العاص کی زینب سے غیر معمولی محبت	14
زینب (رضی اللہ عنہا) کا ہار	16
ہجرت	17
ہندہ بنت عتبہ کی پیش کش	17
انکشاف ہجرت	18
ہبار بن اسود آغوش اسلام میں	21
ابو العاص زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ میں	22
ابو العاص کے مال کی واپسی	24
قبول اسلام	24

زینب سے ابو العاص کی محبت	25
بیٹی زینب اور نواسی امامہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت	26
وفات	29
شہادت:	31
رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ	
تعارف	33
ولادت باسعادت	34
رقیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ	37
وفات	43
ام کلثوم بنت الرسول ﷺ	
ولادت	45
عتیبہ بن ابو لہب سے علیحدگی، ہجرت اور عثمان رضی اللہ عنہ سے	46
ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات	54
فاطمۃ الزہراء بنت الرسول ﷺ	
ولادت	57

فہرست

پیغامات نکاح	59
مہر اور جہیز	61
شادی کے وقت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک	65
فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر:	69
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشے	72
حسن بن علی رضی اللہ عنہ	74
حسین بن علی رضی اللہ عنہ	77
حسنین سے نبی ﷺ کی والہانہ محبت	84
اہل بیت کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ کی وصیت:	86
فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہما کے بیچ شکر رنجی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصالحت:	96
گھریلو کام میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی محنت ومشقت:	100
مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا	108
امت مسلمہ کی خواتین میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ:	112
فاطمہ بنت محمد بھی اگر......	118
روایت حدیث:	121

فہرست

دنیا سے بے رغبتی:	122
رسول اللہ ﷺ کا انتقال اور فاطمہ رضی اللہ عنہا....	123
باغ فدک	126
عمرفاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا موقف :	133
فدک کے تعلق سے عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کا موقف:	137
ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کو منانے ان کے گھر آتے ہیں:	139
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل مبارک صرف فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے چلی:	140
مرنے کے بعد بھی عفت و حجاب کا اہتمام :	141
وفات	143
فہرست	145